من کے دریچے

عابدہ سبین

من کے دریچے

عابدہ سبین

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

من کے دریچے

اس حویلی نما گھر کی طرز تعمیر پرانی سہی، مگر اس کے مکینوں کی سوچ اتنی پرانی ہر گز نہیں تھی جتنا کہ اس کی مما نے بنا رکھی تھی۔رسم و رواج کے پابند، پردہ و پرہیز، ایک دوسرے سے محبت اور لحاظ، دوسروں کے لیے ہمدردی اور خلوص اور بزرگوں کے حکم کی پاسداری۔ہاں شاید انہی چیزوں کو مما پرانی سوچ اور گھٹیا ذہنیت کا نام دیتی تھیں کیونکہ ان کے گھر کے ماحول میں تو یہ سب تھا ہی نہیں۔ڈیڈ اور بھیا کو اپنے بزنس سے فرصت نہ تھی، مما کے اپنے ہی مشاغل تھے۔رات کو سونا، دوپہر کو اٹھنا، پھر یوگا، ناشتا اور پھر پارلر، انہیں رات میں روز ہی کسی پارٹی میں جانا ہوتا تھا۔مما کی اتنی ساری

فرینڈز تھیں‘ روزانہ ہی کسی کے گھر پارٹی ہوتی تھی‘ کبھی ڈیڈ کی بزنس پارٹیاں‘ جن میں وہ بڑے شوق سے شرکت کرتی تھیں۔اس کی مما ایک الٹرا ماڈرن خاتون تھیں‘ بچوں کے لیے ان کے پاس کبھی وقت نہیں رہا اور ڈیڈ! مما کے مقابلے میں کچھ خیال رکھنے والے بچوں کو توجہ دیتے تھے اپنی مصروف زندگی میں سے... ہاں یہ ضرور تھا کہ ڈیڈ چھٹی والے دن کہیں نہیں جاتے تھے‘ سارا ٹائم گھر پر رہتے‘ شاید اسی لیے ان دونوں بہن بھائیوں کے دل میں ماں باپ کی طرف سے بدگمانی نہیں تھی‘ جو اکثر بچوں میں ہوتی ہے۔شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیڈ بنیادی طور پر اس چھوٹے سے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے‘ شہر کی دنیا میں جاکے بُری طرح خود کو مگن کرکے مما جیسی ماڈرن بیوی کے ہوتے بھی ان کے اندر وہ تمام تر تہذیب و تربیت موجود رہی جو اس گاؤں کی خاصیت تھی۔یہی وجہ تھی کہ اپنی مما سے کہیں زیادہ وہ ڈیڈ کے قریب تھی‘ البتہ اس کا بھائی بالکل مما پر گیا تھا لیکن احزاز شاہ کے مزاج میں ڈیڈ کی تربیت ضرور موجود تھی‘ اپنے بھائی کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے لب مسکرادیئے۔

’خیریت مس کشف نواز! خودبخود مسکرایا کیوں جارہا ہے؟‘‘ مدیحہ کی آواز پر یکدم وہ چونکی پھر ہنس دی۔

’’یونہی فارغ بیٹھی تھی سوچا اچھی اچھی باتیں یاد کرلوں۔‘‘

’’اوکے! لو چائے...‘‘ یہاں شام کی چائے بہت کم لوگ پیتے تھے‘ خاص طور پر بزرگ سوائے دادی جی کے مگر اس کا شام کی چائے کے بنا گزارا نہیں تھا۔ مدیحہ‘ حماد احسن وہ اور دادا جی‘ صرف چار بندے تھے ایسے جو اس وقت چائے پیتے تھے‘ دادی ماں خلاف تھیں اس جان جلانے والی بیماری کے...

’’آج حماد نہیں آیا اب تک...؟‘‘

’’وہ تو آج شہر گیا ہے‘صبح ہی آئے گا۔میرے پیپرز شروع ہونے والے ہیں ناں ڈیٹ شیٹ لینے گیا ہے۔‘‘

’’مدھو! تم کالج میں ایڈمیشن لے لونا!‘‘

’’توبہ کرو یار! تمہیں نہیں پتا اماں کو میرا میٹرک کے بعد پڑھنا بہت بُرا لگتا ہے۔حماد بھائی نے صرف اپنی ضد پر مجھے بی اے کرایا ہے۔‘‘

’’کیا...؟ دادی اماں تعلیم کے خلاف ہیں؟‘‘

"نہیں! اعلیٰ تعلیم کے خلاف ہیں۔یہاں گاؤں میں کئی سال پہلے دو لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی مگر بعد میں ان کے غلط قدم اٹھانے پر اب لوگ لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے سے ڈرتے ہیں' صرف میٹرک تک اسکول ہے یہاں اور اتنی ہی ہمیں اجازت ہے۔"

"یار مدھو! یہ ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے۔چند لڑکیوں کے غلط فیصلوں کی سزا ہم معاشرے کی تمام لڑکیوں کو دیتے ہیں۔"

"سو تو ہے کشف! مگر غلط بھی تو ہم جیسی لڑکیاں کرتی ہیں۔ پھر چاہے عمر بھر اپنے فیصلے پر پچھتاتی رہیں۔"

"مدھو! تم لو میرج کے خلاف ہو؟" کشف نے سوال کیا۔

"پتا نہیں کشف! مگر میرے خیال سے محبت صرف شادی کے بعد بہتر ہے۔ اس سے پہلے صرف جذباتیت ہوتی ہے اور بس...!"

"یعنی ہمارے ماں باپ اگر کسی ایسے بندے سے ہمارا رشتہ جوڑ دیں جس کے بارے میں ہم جانتے تک نہ ہوں اور اس کا مزاج' خاندانی پس منظر یہ سب تمہارے نزدیک بہتر ہے؟"

"نہیں کشف! میں اس چیز کے خلاف نہیں ہوں۔ ہر انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے اپنا نکتہ نظر ہوتا ہے۔ہمارے ماں باپ ہمارے لیے کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو یقینا ہر طرح سے جانچ کر ہمارے اچھے بُرے کا سوچ کر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ماں باپ کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر ہوتی ہے۔لڑکیاں جب پیدا ہوتی ہیں تب سے ہی ماں باپ کو ان کی فکر ستانا شروع ہوجاتی ہے۔"

"مدھو! تم ٹھیک کہہ رہی ہو بالفرض میں تمہاری ہر بات مان بھی لوں مگر تمہارے اندر بالکل بھی یہ خواہش نہیں ہے کہ اگر تمہارے والدین تمہارے لیے جو لڑکا منتخب کرتے ہیں' تم اسے دیکھو' اس سے بات کرو تاکہ اس کا مزاج' سوچ اور طبیعت کا تمہیں اندازہ ہوجائے۔اس کی پسند نا پسند معلوم ہوجائے' اس طرح آنے والی زندگی سہل ہوجاتی ہے۔"

"کشف! میرے نزدیک زندگی کی خوب صورتی اسی چیز میں ہے' بالفرض میرے والدین میری شادی ایسے انسان سے کرتے ہیں جسے میں شروع سے جانتی ہوں اس کی سوچ' پسند نا پسند ہر چیز کا مجھے علم ہو تو پھر شادی کے بعد کی اور شادی کے پہلے کی زندگی میں کیا فرق رہ جائے گا؟ ایک ایسے انسان

سے رشتہ جڑنا، جس کی ہر بات ہر سوچ میرے لیے نئی ہو، دھیرے دھیرے اس کے مزاج کے ہر موسم سے مجھے آشنائی ہو، ہر گزرتے دن میں اس کی پسند مجھے پتا چلے تو زندگی کتنی اچھی لگے گی کہ اس شخص کے ساتھ بھلے عمر گزارنی ہے،پرت در پرت دھیرے دھیرے ہم ایک دوسرے کو سمجھیں اور جانیں اور جب مزاج آشنائی ہوگی تو زندگی خود سہل ہوجائے گی۔"

"اور اگر پسند نا پسند پر روز تکرار ہو، چھوٹی چھوٹی باتوں پر روز ہی بحث یا جھگڑا ہو تو پھر...؟"

"یہ تو زندگی کا حصہ ہے کشف! لڑائی جھگڑے تو ان لوگوں میں بھی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو جان کر سمجھ کر شادی کرتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اُف خدایا مدیحہ! تم بہت حیرت انگیز بات کررہی ہو۔" کشف سر تھام کر بولی۔

"دراصل کشف! تمہارے اور میرے ماحول اور سوچ میں جو فرق ہے اس وجہ سے شاید ہم ایک دوسرے کو اپنی بات نہیں سمجھا سکتے۔"

"تو کیا ہوا مدھو! تب بھی میری بس یہ ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر خواہش پوری کرے اور تمہیں ایسا ہی انسان ملے جس کے ساتھ تم خوش رہو۔" ان اختلافات کے باوجود مدیحہ اسے بہت پسند تھی، تب ہی تو صرف ایک ہفتہ میں ان دونوں میں اچھی دوستی ہوگئی تھی۔اسے لگتا تھا کہ یہاں آکر اس نے اپنا جیون ساتھی چن لیا ہے۔حماد احسن کی صورت میں اس نے اپنے خوابوں کی تعبیر پالی ہے، اب صرف گھر جاکے ڈیڈ اور مما سے بات کرنا باقی تھی۔

"بہت یاد کروں گی میں تمہیں کشف! تمہارے آنے سے میری بوریت دور ہوگئی تھی۔اچھی دوست مل گئی تھی اب جانے کب ملاقات ہو؟"

"ان شاء اللہ بہت جلد ملیں گے مدھو! اور کبھی نہ بچھڑنے کے لیے..." اس کی آنکھوں کی چمک اور لبوں کی کھلتی مسکراہٹ پر مدیحہ بھی مسکرادی۔

"مگر کیا انکل آنٹی مان جائیں گے؟"

"ڈیڈ تو بخوشی مان جائیں گے مگر مما اور بھائی کو تھوڑا ٹائم لگے گا لیکن ہونا تو وہی ہے نا جو میری خواہش ہے۔"

"اللہ کرے!" مدیحہ نے دل سے دعا کی اگر کشف نواز کے روپ میں اسے اچھی بھابی مل جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔

"چلو کشف! ہم لیٹ ہورہے ہیں۔" حماد اسے چھوڑنے جارہا تھا۔وہ سب سے مل کر اس کے ہمراہ چل پڑی۔اس کے آنے سے سب جتنے خوش تھے' اس کے جانے پر دکھی بھی تھے۔اسٹیشن تک وہ خاموش رہے تھے مگر ٹرین میں بیٹھتے ہی وہ حماد احسن کی اتری صورت دیکھ کر ہنس دی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"کشف! مجھے نہیں لگتا ہم دونوں نے مل کر زندگی گزارنے کے جو خواب دیکھے ہیں وہ کبھی حقیقت ہوں گے؟ تمہارے اور ہمارے درمیان ماحول کی یہ دوری..."

"حماد احسن پلیز! میں نے خواب نہیں دیکھے سوچ سمجھ کر کھلی آنکھوں سے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ڈیڈ میرا ساتھ دیں گے۔باقی مجھے کسی کی پروا نہیں۔میں اپنی زندگی مما کے سر پھرے بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ نہیں گزار سکتی۔ساری عمر اس ماحول میں رہنے کے باوجود حماد مجھے وہ ماحول نہیں بھاتا۔میں وہاں سے دور جانا چاہتی ہوں' پُرسکون اور صاف ستھرے ماحول میں... بناوٹ اور جھوٹ کے اس ماحول میں جہاں صرف ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے لوگ ہر اچھے بُرے کام کر گزرتے ہیں۔" وہ جذباتی ہوگئی۔

حماد نے اس کے نرم نازک ہاتھ پر مضبوط ہاتھ دھرتے ہوئے کہا۔"میرا مقصد یہ نہیں تھا۔"

"مجھے پتا ہے تمہارے دل میں خوف ہے لیکن حماد! کم از کم میرے ارادوں کو یوں کمزور مت کرو۔ مجھے پتا ہے شہر کے اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے لیکن تم تو یہاں کے عام لوگوں کی طرح نہیں ہو نا! تم ایک ڈاکٹر ہو، سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔ میرے ڈیڈ کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ ان کی تو خود یہ خواہش تھی میرا ہاؤس جاب مکمل ہوجائے تو وہ میری شادی کسی اچھے ڈاکٹر سے کردیں گے۔ اس چیز سے کیا فرق پڑتا ہے کہ تم کسی شہر کے بڑے اسپتال کے بجائے یہاں گاؤں کے لوگوں کی خدمت کررہے ہو۔" کشف نہیں چاہتی تھی کہ حماد احسن اور اس کے درمیان کوئی بھی چیز وجہ اختلاف بنے۔ وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی اور تمام تر حقیقتوں کو سمجھ کر اس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

...☆☆☆...

"کشف بیٹا! اگر تم نے یہ فیصلہ صرف میری ذات کے سبب کیا ہے تو میں خوش ہوں مگر میں اتنا خود غرض نہیں ہوں بچے! میں سمجھتا ہوں تمہاری تربیت اور پرورش جس ماحول میں ہوئی ہے وہ گاؤں کے ماحول سے بالکل

الگ ہے۔ محض پندرہ دن گزار کر تم اتنا بڑا فیصلہ کررہی ہو؟ یہ محض جذباتی فیصلہ ہے۔"

"نو ڈیڈ! حماد احسن کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ محض وقتی یا جذباتی نہیں ہے۔ میں نے تمام تر حقیقتوں کو مدِ نظر رکھا ہے اور پھر ڈیڈ وہ بھی تو ڈاکٹر ہے میری طرح۔ یہ ہی خواہش تو تھی آپ کی... ڈیڈ زندگی بھر پیسہ کمانا ہی تو مقصد حیات نہیں ہوتا۔ پیسے کی کمی مجھے یہاں ہے اور وہاں ہوگی۔ حماد احسن انسانیت کے لیے وہاں کے لوگوں کی ہمدردی میں ان کی خدمت کررہا ہے اور میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی ان لوگوں کے لیے کچھ کروں اور رہی اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنے کی بات تو مجھے وہاں کا پُرسکون ماحول یہاں سے اچھا لگتا ہے۔ یقین کریں ڈیڈ! یہ فیصلہ میں نے سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اس امید پر کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔"

"بچے! مجھے صرف تمہاری خوشی عزیز ہے اور بس! اگر تم خوش ہو تو وہی ہوگا جو تمہاری خواہش ہے۔" ڈیڈ نے اسے تسلی دی تو وہ مسرور ہوگئی لیکن دھماکا تو ہونا تھا۔جب مما کو یہ بات پتا چلی تو وہ فوراً ہی اس کے سر پر آکھڑی ہوئیں۔اتفاق سے بھیا بھی گھر پر تھے۔

"تم پاگل ہوگئی ہو کشف! اس گندے ماحول میں پندرہ دن گزار کر میری ساری تربیت پر پانی پھیرنا چاہتی ہو؟ کیا چاہتی ہو تم کہ تمہاری مما تا عمر تمہاری شکل نہ دیکھیں؟ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی' ویسے بھی میں نے مسز بخاری سے کہہ دیا ہے دانیال بخاری کے لیے۔"

"مما! یہ ہرگز نہیں ہوگا۔میں فیصلہ کرچکی ہوں' میں صرف حماد احسن سے شادی کروں گی۔"

"آخر ان پست ذہن لوگوں نے تم پر کیا جادو کردیا ہے جو تم ہماری بیٹی ہی نہیں رہیں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"خدا کے لیے مما! اتنی الٹرا ماڈرن ہیں آپ' اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے' شہر کے جدید ماحول میں رہتی ہیں' ہائی سوسائٹی میں آپ کا نام ہے اور سوچ آپ کی کیا ہے؟ جادو ٹونے... خدایا! مما وہ لوگ پست ذہن ہوں نہ ہوں مگر اس طرح کی باتیں نہیں سوچتے۔"

"بس یہ ہی ڈر تھا مجھے اتنی دیر تمہارے باپ کو اس گندے ماحول سے الگ کرنے میں لگی تھی اور اب تم چار دن رہ کر آئی ہو تو تمہاری زبان پر بھی ان کا ہی اثر ہے۔لیکن کان کھول کر سن لو' میں ہرگز تمہاری شادی وہاں نہیں کروں گی۔میں ابھی مسز بخاری کو فون کرتی ہوں کہ وہ دانیال اور تمہاری منگنی کی تیاری کریں۔" ان کا انداز ایسا فیصلہ کن تھا کہ ڈیڈ کو مخالفت کرنی پڑی۔

"سلمیٰ پلیز! ہر بات کو ضد اور انا کا مسئلہ مت بنایا کرو۔ہمارے لیے ہمارے بچوں کی خوشیاں سب سے اہم ہیں۔"

"اگر وہ کنویں میں چھلانگ لگانا چاہیں تو لگانے دوں شاہ نواز احمد!" وہ تلملا کر بولیں۔

”ساری عمر تمہاری میرے خاندان سے نفرت برقرار رہی ہے لیکن آج میں اپنی بچی کی خوشیاں تمہاری نفرت کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا۔“ ڈیڈ کو شدید غصہ آگیا اور وہ دونوں بہن بھائی جانتے تھے کہ ڈیڈ دل کے مریض ہیں، غصے سے ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے سو جہاں کشف لپکی وہیں احزاز شاہ بھی اٹھ کر آیا تھا۔

”ڈیڈ پلیز! آپ غصہ نہ کریں اور مما! اگر کشف نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے تو آپ کو کیوں اعتراض ہے؟ وہ بچی نہیں ہے اپنا اچھا بُرا سمجھتی ہے۔“ وہ پہلی بار اس سارے معاملے میں بولا تھا۔

”احزاز تم بھی؟ ارے یہ دونوں باپ بیٹی پاگل ہوگئے ہیں، کم از کم تم تو میرا ساتھ دو۔“

”ہاں ہیں ہم پاگل... لیکن سلمیٰ بیگم! اب تم بھی کان کھول کر سن لو، جو کشف چاہتی ہے وہی ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کون مجھے منع کرے گا۔“ ڈیڈ چیخ کر بولے مگر اگلے ہی پل سینہ تھامنے لگے۔ مما پیر پٹختی اندر چلی گئیں اور وہ دونوں

بہن بھائی ڈیڈ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آرام سے ان کے کمرے میں لٹا کر انہیں دوائیں دے کر جب وہ باہر آئے تو احزاز شاہ بولا تھا۔

”کشف! یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے، کیا تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے، تم وہاں لائف گزار سکتی ہو؟“

”یس برادر! میں نے بہت اچھی طرح سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔“ اس کا لہجہ اٹل تھا۔

”اوکے، تمہاری مرضی! میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“ احزاز یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وہ مسکرادی یعنی بھیا بھی مان گئے، مما بھی مان ہی جائیں گی۔

...☆☆☆...

ڈیڈ کی طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی کیونکہ روز ہی اسی مسئلے کو ڈسکس کیا جاتا تھا۔ افسوس کشف کو مما کے توہین آمیز رویئے پر ہوتا تھا۔ مما تو ان لوگوں کو انسان ہی نہیں سمجھتی تھیں۔ اپنے سسرال سے ہر عورت کو ہی شکایت ہوتی ہے۔ مگر مما کو تو ان سے نفرت تھی، وہ بھی انتہا درجے کی اور اس کی وجہ اسے سمجھ نہیں آتی تھی، اگر ان سے اتنا چڑتی تھیں تو ڈیڈ بھی ان

میں سے ہی تھے پھر مما نے انہیں کیسے قبول کرلیا تھا۔ٹھیک ہی کہتا تھا حماد احسن۔"کشف! جتنا آسان تم سمجھ رہی ہو یہ سب اتنا آسان ہے نہیں۔" اب واقعی اسے سمجھ آیا تھا کہ حماد احسن نے اپنی پوری تعلیم شہر میں مکمل کی مگر کبھی ان کے گھر کیوں نہیں آیا حالانکہ وہ ان کا سگا پھوپی زاد تھا۔مما نے کتنے پیار بھرے رشتے ان سے ہمیشہ دور رکھے تھے۔پھوپو' اماں' بڑے ابا' چاچو... صرف بڑے چاچو تھے جو ان کے گھر آتے تھے۔شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھی اپنی حقیقت بھول کر شہر کے اس دوغلے ماحول میں رچ بس گئے تھے۔

وہ بظاہر ناشتا کررہی تھی' آج اس کی ڈیوٹی آف تھی اور کچھ اپنی ذہنی پریشانی کی وجہ سے وہ کمرے سے ہی نہیں نکلی تھی مگر ذہن کہیں اور ہی الجھا ہو اتھا۔ڈیڈ اور بھیا بھی ناشتے کے بعد اخبار دیکھ رہے تھے۔مما اب تک سو کر نہیں اٹھی تھیں۔ناشتے کے بعد وہ ڈیڈ کے پاس آبیٹھی جو اس کا مرجھایا چہرہ دیکھ چکے تھے۔

"کشف! بچے تم ٹھیک تو ہو؟"

"یس ڈیڈ!" بظاہر بے پروائی سے کہہ کر اس نے ٹیبل پر دھرا اخبار اٹھالیا۔

"مجھے پتا ہے بیٹا! تم اداس ہو' مگر فکر مت کرو' تم جیسا چاہو گی وہ ہی ہوگا۔"

"مگر ڈیڈ! میں مما کی مرضی کے بنا یہ کیسے کرسکتی ہوں؟ میری خواہش ہے کہ میری اس خوشی میں تمام لوگ دل سے شامل ہوں لیکن مما...؟"

"ایک بات کہوں اگر اپنی مما کی رضامندی کی فکر کرو گی تو یہ خواہش چھوڑ دو۔جس عورت نے مجھ سے میرا ہر رشتہ چھڑوا دیا' میری ماں' باپ' بیوہ بہن' چھوٹا بھائی... اور اسے اس چیز پر ذرا پشیمانی نہیں تو وہ تمہیں بھی ان لوگوں سے ملنے نہیں دے گی۔" ڈیڈ آزردہ لہجے میں بولے۔احزاز نے کبھی ان باتوں پر غور نہیں کیا تھا پر آج وہ بھی سن رہا تھا۔

"ڈیڈ! مما کیوں اتنا بُرا سمجھتی ہیں ان لوگوں کو؟"

"کیونکہ تمہارے گرینڈ فادر یعنی نانا اور میرے بابا دونوں سگے بھائی ہیں۔ تمہاری ماں شروع سے اسی ماحول کی عادی تھی۔اس کے والد نے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی مجھ سے کردی مگر وہ ہمارے گھر میں اور وہاں کے سادہ ماحول میں رہ نہ سکی۔کوشش کرتی تو شاید رہ بھی سکتی تھی مگر تمہاری ماں کو تو یہ لگتا تھا کہ اس کی زبردستی شادی کرکے سب نے اس سے دشمنی نکالی ہے' وہ نا صرف اپنے والدین سے بلکہ میرے گھر کے ہر فرد سے خفا تھی۔ مجھ سمیت میرے تمام گھر والوں سے نفرت کرتی تھی' ہمیں جاہل' اجڈ' گنوار' اَن پڑھ جانے کن کن لفظوں سے نوازتی۔اماں بی نے سب سہہ لیا کیونکہ وہ ان کے جیٹھ کی بیٹی تھی لیکن تمہاری ماں کی دن بدن بڑھتی نفرت نے میرے اندر لاوا بھردیا اور ایک دن میں غصے میں اسے لے کر شہر آیا اور اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑ گیا۔میرے تایا مجھے روکتے رہے مگر میں نہیں رکا۔گھر پہنچا تو میرے ماں باپ الگ مجھ پر برس پڑے کہ میں نے غلط کیا بلکہ اگلے دن ہی وہ مجھے لے کر بھائی کے گھر شہر آگئے' ان سے معافی مانگی اور تمہاری ماں کو منایا کہ گھر چلے لیکن تمہاری ماں نے صاف منع

کردیا۔بیٹا! ہمارے بزرگ یہ رشتہ ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔دو بھائی الگ ہونا نہیں چاہتے تھے' اس لیے ابا جی نے تمہاری ماں سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے اور اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ "اگر وہ اپنے بیٹے کا گھر بسانا چاہتے ہیں تو اس کو یہاں شہر میں رہنے کی اجازت دیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میرے گھر کے کسی فرد کو مجھ سے ملنے آنے کی اجازت نہیں ہوگی'میں چاہوں تو خود گاؤں جاکے مل سکتا ہوں۔" مجھے یہ شرط قطعاً منظور نہ تھی مگر ابا جی نے ان کی یہ بات بھی مان لی کہ میرا گھر نہ اجڑے' وہ نہیں سمجھ سکے کہ گھر دل سے بستے ہیں اور جب دلوں میں جگہ نہ رہے تو گھر نہیں بستے... میں نے ان کی بات تو مان لی مگر ان سے شدید خفا ہوگیا' جب تک تایا رہے' مجھے سمجھاتے رہے' سلمیٰ سے بھی باز پرس کرتے رہے' مگر ان کے گزر جانے کے بعد سلمیٰ کو کسی کی پروا نہیں رہی۔مجھے تو پہلے ہی کچھ نہ سمجھتی تھی تایا جی کے بعد ان کا کاروبار میرے کندھوں پر آگیا اور یوں میں بھی اس مصروف ترین زندگی کا حصہ بن گیا۔تم دونوں نہ ہوتے تو شاید میں کب کا چلا جاتا کیونکہ تمہاری ماں کو نہ گھر کی فکر ہے نہ شوہر اور نہ بچوں کی... وہ

صرف اپنی ذات کے لیے جیتی ہے۔ایسے میں اگر میں کوئی غلط فیصلہ کرتا تو تم دونوں کی زندگی تباہ ہوجاتی اور میں اپنے بچوں کو کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے تمہاری ماں کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو کاروبار اور بچوں میں مگن کرلیا۔ماں باپ سے خفا تھا سو مڑ کر وہاں بھی نہیں گیا لیکن تم نے خواہش کی جانے کی تو تمہیں منع بھی نہیں کیا۔" پہلی بار ایسا ہوا کہ اس نے ڈیڈ کو اتنا کمزور شکست خوردہ دیکھا تھا۔ان کی آنکھوں کے گوشے نم تھے۔ہاں یہ سچ تھا کہ ڈیڈ کی توجہ اور محبت پاکر ہی وہ بڑے ہوئے تھے' مما کی اپنی مصروفیت تھی' ان کے پاس تو شاید اپنے بچوں کے لیے وقت بھی نہیں تھا۔

"ڈیڈ پلیز...!" احزاز اٹھ کر ان کے پاس آگیا۔"آپ کیوں دکھی ہورہے ہیں' مما کو ان کے حال پر چھوڑدیں اور آپ کشف کی شادی کی تیاری کریں۔"

"احزاز! تم چلو گے میرے ساتھ گاؤں کشف اور حماد کی شادی کرنے کے لیے...؟"

"ڈیڈ میری ایک ہی بہن ہے' ہم اس کی شادی دھوم دھام سے کریں گے' یہیں اپنے گھر سے رخصت کریں گے۔"

"ہاں مگر بات کرنے کے لیے تو جانا پڑے گا نا!"

"جب آپ چاہیں میں تیار ہوں' مگر آپ مما کی ٹینشن نہ لیں پلیز! آپ ٹھیک ہوں گے تو ہم جائیں گے نا!"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' مجھے فکر یہ ہی تھی کہ کہیں تم بھی اپنی ماں کی طرح اڑ نہ جاؤ مگر... مجھے خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔" واقعی شاہ نواز احمد کو احزاز شاہ کی رضا مندی سے حوصلہ ملا تھا۔وہ بہت پُر سکون اور ہلکا پھلکا محسوس کررہے تھے خود کو۔

"ڈیڈ!" احزاز نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔" میں جانتا ہوں مما کی طرح میں بھی اسی ماحول کا عادی ہوچکا ہوں اگر میں منع کرتا تو صرف اس لیے کہ کشف اس ماحول کی عادی نہیں ہے پر جب وہ ہی راضی اور خوش ہے تو بھلا مجھے کیا اعتراض..."

"شکریہ برادر!" کشف نے بھائی کو مشکور نظروں سے دیکھا تو وہ مسکرادیا۔

...☆☆☆...

مما نے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔کشف انہیں منانا چاہتی تھی مگر ڈیڈ اور احزاز بھائی کا خیال تھا کہ فی الوقت یہ کوشش فضول ہے سو وہ بھی چپ ہو گئی۔گاؤں جانے کا فیصلہ ہوچکا تھا۔ڈیڈ نے مما کو مطلع بھی کردیا تھا اور اتوار کو ڈیڈ اور احزاز دونوں ہی روانہ ہوئے تھے۔

گاؤں پہنچے تو لمحہ بھر کو شاہ نواز احمد کی دھڑکن تھم سی گئی تھی۔برسوں بعد وہ گاؤں آئے تھے۔اماں جی اور ابا جی نے انہیں دہلیز پار کرتے ہی دیکھ لیا تھا۔ ان کی آنکھیں ترس گئی تھیں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے... اماں جی تڑپ کے آگے بڑھی تھیں اور شاہ نواز احمد نے ان کے شانوں پر سر رکھ دیا۔ابا جی بھی ان سے گلے لگے کافی دیر کھڑے رہے۔

"السّلام علیکم ماموں جی!" اس کی آواز پر وہ ابا جی سے علیحدہ ہوئے تو اپنے سامنے خوبرو اور ذہانت سے بھرپور آنکھوں والے نوجوان کو دیکھ کر فوراً پہچان گئے کہ حماد احسن ہی ہوسکتا ہے۔

"وعلیکم السّلام بچے!" انہوں نے گرم جوشی سے اسے گلے لگالیا۔حماد احزاز شاہ سے بھی تپاک سے ملا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ڈیڈ کے علاوہ میں بھی کسی کو نظر آیا۔" اس نے سنجیدگی سے گلہ کیا کیونکہ ایک تو اتنا لمبا سفر گاڑی میں اس نے پہلی بار کیا تھا۔دوسرا یہاں پہنچے تو ڈیڈ' ڈیڈ ہی ہورہا تھا اب تک اس پر کسی نے نظر تک نہ ڈالی تھی۔

"ارے بگ برادر سوری بھئی..." حماد احسن نے مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"ماں صدقے جائے پتر دے..." اماں جی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔زندگی میں پہلی بار تو وہ پوتے کو دیکھ رہی تھیں۔ڈیڈ کے بعد اب اس کی باری تھی۔سب نے باری باری اسے پیار کیا' پھوپو بھی آگئی تھیں۔

"عبد الجبار نظر نہیں آرہا اماں جی..." کافی دیر گزرنے کے بعد ہی انہیں چھوٹا بھائی نظر نہیں آیا تو وہ پوچھ بیٹھے مگر جواب میں سب کے چہروں پر چھائی افسردگی انہیں فکر مند کرگئی۔"اماں جی! کیا بات ہے... آپ لوگ اتنے چپ اور غم زدہ کیوں ہوگئے؟" ان کے استفسار پر اماں جی رو دیں۔

”شاہ نواز پتر! کل تیرے ویر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔بڑی بری حالت ہے میرے بچے کی...“

”ابا جی... اماں... آپ لوگوں نے مجھے اطلاع بھی نہیں دی؟“

”پتر! بہو کے ڈر سے...“

”اماں! حد ہو گئی۔صرف اس عورت کی وجہ سے آپ لوگوں نے مجھ سے میرا ہر رشتہ دور کر دیا ہے لیکن اس عورت کا غرور کم پھر بھی نہ ہوا۔کہاں ہے عبد الجبار! مجھے ملنا ہے اس سے...“

”ماموں پلیز! آپ ابھی تھکے ہوئے آئے ہیں، کچھ دیر آرام کریں پھر میں آپ کو اسپتال لے جاؤں گا۔“

”اسپتال! مگر اس کے پاس وہاں ہے کون؟“

”پتر! مدھو ہے وہاں... اس کی دھی...!“

”حماد بیٹا! مجھے ابھی لے چلو، میں برسوں سے بچھڑا ہوا ہوں اپنوں سے... اب صبر نہیں ہوتا۔میرا چھوٹا بھائی اسپتال میں ہے،میں کیسے آرام کر لوں؟ تم چلو بچے!“

”شاہ نواز! کوئی چائے پانی تو پی لے۔ابھی تو آ کے بیٹھا ہے۔“

”جی ڈیڈ! اللہ بہتر کرنے والا ہے، آپ پلیز اتنی فکر مت کریں!ابھی فریش ہو جائیں پھر چلیں گے۔“ احزاز ان کی طبیعت کے باعث پریشان ہوا، وہ تو گھر سے ہی ٹینس تھے اور اب چاچو کا ایکسیڈنٹ... شاید احزاز کے سمجھانے کا اثر تھا کہ وہ خاموش ہو گئے۔فریش ہو کر آئے تو کھانا تیار تھا؟ ابا جی کی خاطر انہوں نے انکار نہیں کیا۔احزاز بھی فریش ہو کر آ گیا تھا۔کھانے کے فوراً بعد وہ جانے کو تیار تھے۔حماد انہیں اپنی گاڑی میں اسپتال لے گیا تھا۔عبد الجبار ابھی بھی انجکشن کے زیر اثر تھے لیکن ان کے وجود سے لپٹی پٹیاں انہیں رلا گئیں۔

”مدھو! ماموں... کشف کے ڈیڈ!“ حماد نے ہونق بنی مدیحہ کو بتایا۔

”السّلام علیکم ! تایا جی!“

”جیتی رہو بچے!“ انہوں نے اس کا سر تھپکا تبھی عبد الجبار کے وجود میں جنبش ہوئی تو شاہ نواز ان کی طرف لپکے۔

”عبد الجبار میرے بھائی! دیکھ تو... میں تجھ سے ملنے آیا ہوں۔“ ان کے لہجے میں بے تابی تھی، آنکھوں میں نمی تھی ان کی آواز پر عبد الجبار نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں۔

”بھائی جی... آپ...؟“ ان کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے۔

”آنکھیں ترس گئیں... بھائی جی آپ کو دیکھنے کو... میری آخری خواہش تھی کہ زندگی میں ایک بار آپ سے مل لوں پھر ربّ چاہے سانس کی بھی مہلت نہ دے اور سوہنے ربّ نے پوری کردی...“ وہ بہت مشکل سے بول رہے تھے۔

”نا میرے جھلّے بھائی! ایسا نہ کہہ، اللہ تجھے میری حیات بھی لگادے، اللہ تجھے صحت دے۔“ وہ تڑپ اٹھے تھے۔

”ماموں...!“ حماد نے انہیں پکارا اور آنکھوں کے اشارے سے زیادہ بات کرنے سے منع کیا۔

”اچھا! اب تُو زیادہ باتیں نہ کر، جلدی سے اچھا ہوجا پھر باتیں کریں گے۔ میں یہیں ہوں ابھی تیرے پاس...“ انہوں نے بھائی کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

”دیکھ تیرا بھتیجا بھی آیا ہے، تجھ سے ملنے...“ انہوں نے کہا تو احزاز نے آگے بڑھ کر سلام کیا، وہ خوش ہوگئے۔

”جُگ جُگ جیو بچے! لمبی عمراں پاؤ۔“ کافی دیر وہ اسپتال میں رہے مگر عبد الجبار کو زیادہ بولنا نہیں تھا تو انہوں نے منع کردیا کہ وہ خاموش لیٹے رہیں۔ شاہ نواز نے مدیحہ کو اپنے پاس بلایا اور

اس سے باتیں کرنے لگے جب کہ حماد اور احزاز باہر نکل گئے۔ واپسی پر حماد اسپتال میں رہ گیا اور مدیحہ ان کے ساتھ آگئی۔

”پتّر! نہالے، کل سے تُو نے اپنا کیا حلیہ بنالیا ہے، جا میری رانی...“ اماں نے مدھو کاماتھا چوما، وہ بھیگی آنکھیں لیے اٹھ گئی۔

”ہاجرہ! میری رانی کے لیے کھانا گرم کرکے لا، بھوکی ہے وہ کل سے...“ انہوں نے ملازمہ کو حکم دیا پھر بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔ ”شاہ نواز! مدھو دو

سال کی تھی جب ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن پھر کوثر بانو نے ماں بن کر اسے پالا۔ تیرے بہنوئی کی وفات کے بعد اس کے سسرال والوں نے اسے حویلی سے نکال دیا' چار سال کا حماد لے کر یہ یہاں آگئی پھر حماد اور مدیحہ دونوں کو اس نے یوں پالا جیسے سگے بہن بھائی ہوں۔ مدھو اسے پھوپو نہیں' امی کہتی ہے حماد کی طرح اور حماد کو بڑا بھائی... کل سے بچی پریشان ہے اسپتال سے گھر تک نہیں آئی۔"

"اماں جی! باپ کی حالت ایسی ہو تو اولاد کو کب سکون آتا ہے۔"

"اللہ میری رانی کی دعائیں قبول کرے' میرا بچہ جلد ٹھیک ہو کر گھر آجائے۔"

"آمین..." شاہ نواز نے دل میں کہا۔ مدھو کے آنے کے بعد اماں جی نے اسے زبردستی تھوڑا سا کھانا کھلایا تھا پھر اسے اپنی گود میں لٹالیا۔

"کچھ دیر سوجا پتر!"

"مجھے نیند نہیں آتی اماں! میرا دل ادھر بابا میں اٹکا رہے گا۔"

"اللہ خیر کرے گا بچے! اب کل سے تو بہتر ہے نا!" وہ جواباً کچھ نہ بولی بس خاموشی سے آنکھیں موند گئی کیونکہ حماد احسن نے انہیں تسلی دینے کے لیے یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہی کہا ہو گا ورنہ وہ اور بھائی دونوں جانتے تھے کہ بابا کی حالت بہت سیریس ہے۔

"احزاز کہاں ہے شاہ نواز!"

"وہیں حماد کے ساتھ ہی ہوگا اماں جی!" وہ بولے تبھی احزاز اندر داخل ہوا تھا اور شاہ نواز کے برابر میں آبیٹھا۔

"ڈیڈ! یہ گاؤں ہے' یہاں سہولیات کی کمی ہے کیوں نا ہم چاچو کو شہر لے جائیں اپنے ساتھ... کسی اچھے اسپتال میں ان کی دیکھ بھال ہوگی تو وہ جلد سنبھل جائیں گے۔ میں نے حماد کو بھی یہ آئیڈیا دیا ہے کہ مزید دیر نہ کرے اور چاچو کو لے کر ہمارے ساتھ چلے۔"

"بچے! کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو' حماد سے میں بھی بات کرتا ہوں۔"

"پر شاہ نواز! یہاں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے تو ہمیں حوصلہ ہے۔ اتنی دور ہم کیسے جائیں گے؟" اماں کا لہجہ بھرّا گیا۔

"دادی! ہمت رکھیں چاچو کو وہاں اچھی ٹریٹ منٹ ملے گی' بڑے ڈاکٹرز ہوں گے' دیکھے گا وہ بہت جلد اچھے ہوجائیں گے۔" اس نے اپنی دادی کو تسلی دی۔

"چلو اللہ بہتر کرے گا۔" فی الوقت سب خاموش ہوگئے' رات میں شاہ نواز اپنے بھائی کے ساتھ اسپتال میں رہے تھے۔جب کہ احزاز کو رات گزارنا مشکل ہوگیا۔ایک نئے اور انجان ماحول اور جگہ پرنیند آنا بہت دشوار تھا۔ساری رات اس نے سوتے جاگتے گزاری تھی۔کچھ دیر آنکھ لگی تھی کہ اذان کی آواز پر پھر سے جاگ گیا۔وہ دالان میں آگیا لیکن وہاں آکر اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔گھر کے سب لوگ جاگ چکے تھے۔خواتین نماز ادا کررہی تھیں۔دادا جی بھی شاید مسجد سے آئے تھے' ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔وہ انجانی سی شرمندگی کا شکار ہوگیا۔ایک وہ لوگ تھے جو شاید سالوں نماز ادا نہیں کرتے تھے' صرف عید کی نماز تھی جو وہ لوگ ادا کرتے تھے۔ڈیڈ واحد انسان تھے ان کے گھر میں جنہیں اس نے نماز ادا کرتے دیکھا لیکن وہ بھی باقاعدہ نہیں اور یہاں... اُف خدایا! ہم کیسے مسلمان ہیں؟ اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔فریش ہوکر اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے وضو کیا اور نماز ادا کرنے مسجد گیا۔واپسی پر اس کے دل کو بہت سکون ملا تھا۔حویلی کے اندر قدم رکھا تو دادا جی کی آواز میں قرآن پاک کی تلاوت اس کی روح تک میں اتر گئی۔وہ ان کے پاس ہی پلنگ پر آبیٹھا۔گھر کی خواتین بھی قرآن پاک پڑھ رہی تھیں لیکن دادا جی با آواز بلند تلاوت کررہے تھے جو اس کے دل و دماغ کو پُرسکون کرگئی تھی۔

"اور پُتر! رات کو نیند تو اچھی آئی نا!" قرآن پاک رکھ کر دادا جی نے پوچھا۔

"جی بس... آہی گئی تھی۔" حالانکہ وہ رات بھر سو نہ سکا تھاپھر بھی وہ انہیں تسلی دے گیا۔

"کشف تو ہمارے ماحول میں یوں رچ بس گئی تھی جیسے وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہو۔کئی دن اس کے جانے کے بعد حویلی میں سونا پن رہا۔بڑی پیاری دِھی ہے کشف...!" ان کے لہجے میں کشف کے لیے بہت پیار تھا۔

"وہ بھی آپ لوگوں کو بہت یاد کرتی ہے۔"

”اس سے مل کر یوں لگا جیسے شاہ نواز کی نو عمری لوٹ آئی ہو۔وہ ہی عادتیں، ویسا ہی مزاج، دوسروں میں گھل مل جانے والی... مگر تیرا مزاج کچھ الگ ہے۔لگتا ہے تجھے بھی ہم اچھے نہیں لگے نا!“

”تجھے بھی“ کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔

”ارے نہیں دادا جی! ایسا نہیں ہے، بس میری طبیعت ہی ایسی ہے۔میں خاموش رہتا ہوں نا اس لیے۔“ یہ سچ تھا کہ وہ کشف کی طرح جلد گھلنے ملنے والا بندہ ہرگز نہیں تھا۔وہ تو اپنی ذات میں مگن، سنجیدہ مزاج، کم گو سا بندہ تھا اور پھر ظاہر ہے یہاں تو وہ زندگی میں پہلی بار آیا تھا۔

”مجھے لگا شاید تجھے بھی ہم اور ہمارا ماحول اچھا نہیں لگا۔“

”ایسی کوئی بات نہیں دادا جی! آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں، میں خوش ہوں آپ لوگوں سے مل کر۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔ان کی باتوں کے درمیان ہی ملازمہ نے ٹیبل وہاں رکھ کے ناشتا لگادیا تھا۔

”چل پتر! ناشتا کرتے ہیں۔“ دادا جی نے کہا تو وہ بھی ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔پراٹھے، لسی، مکھن اتنا سب کچھ ناشتے پر دیکھ کر وہ چپ نہ رہ سکا۔

”دادا جی! میں اتنا بھاری ناشتا نہیں کرتا۔“

”ارے بچے! کچھ نہیں ہوتا۔تُو نے کون سا روز آ کر کھانا ہے یہ... چل کھالے!“ دادی بھی آ گئیں۔

”نو دادی اماں! پلیز مجھے صرف چائے منگوادیں، میں مزید کچھ نہیں لوں گا۔“

”خالی پیٹ چائے مت پینا، نقصان دیتی ہے۔“ دادی ابھی اسے ہدایت کر رہی تھیں کہ ملازمہ ٹرے سنبھالے آئی اور اس کے سامنے رکھ دی۔سلائس، آملیٹ اور چائے۔

”شکریہ!“ وہ مسکرادیا۔ناشتے کے بعد وہ حماد کے پاس اسپتال چلا گیا۔چاچو کی وہ ہی حالت تھی۔

”حماد! تم ڈاکٹر ہو‘ سمجھ دار ہو پلیز مزید دیر مت کرو‘ چاچو کو لے کر ہمارے ساتھ چلو۔“

”احزاز! میرے اسپتال میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے اور رہی ڈاکٹرز کی بات تو ان شاء اللہ دس بجے تک ڈاکٹرز یہاں پہنچ رہے ہیں ماموں کے آپریشن کے لیے‘ ملک کے بہترین ڈاکٹرز ہیں وہ۔“

”اوکے! جیسی تمہاری مرضی!“ اس نے مسکرا کر کہا۔اسپتال دیکھ کر وہ اندازہ کرچکا تھا کہ اس اسپتال میں شہر کے بڑے سے بڑے اسپتال والی ہر سہولت موجود ہے۔کہیں سے بھی یہ دیہات کا ایک عام اسپتال نہیں لگتا تھا جو حماد احسن کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔احزاز کے دل کی خواہش تھی کہ اس کے چاچو صحت یاب ہوجائیں لیکن ڈاکٹرز کے پہنچنے سے پہلے ہی چاچو کی حالت بہت بگڑ گئی‘ انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا۔حتیٰ کہ حماد خود بری طرح پریشان ہو گیا تھا‘ وہ مسلسل فون پر ڈاکٹرز سے رابطہ کررہا تھا۔ڈیڈ چاچو کے قریب ہی کھڑے تھے۔

”بھائی جی! میرا کوئی پتا نہیں... میری بچی...“

”حوصلہ رکھ عبد الجبار! تجھے کچھ نہیں ہوگا۔“ انہوں نے بھائی کو حوصلہ دیا۔ ڈاکٹرز کے پہنچتے ہی چاچو کو آپریشن تھیٹر لے گئے۔ڈیڈ کی حالت اس وقت بہت خراب تھی۔

”ڈیڈ! ان شاء اللہ چاچو ٹھیک ہوجائیں گے۔“ اس کے اپنے دل میں عجیب سی مایوسی تھی مگر پھر بھی اس نے ڈیڈ کو حوصلہ دینا چاہا۔بہتر کرنے والا تو اللہ ہے زندگی اور موت بے شک اس کے ہاتھ تھی انسان صرف دعا کرسکتا تھا جو وہ کررہے تھے‘ دو گھنٹے بعد چاچو کو آئی سی یو میں منتقل کیا گیاتھا مگر اس وقت بھی ان کی حالت وہ ہی تھی۔حماد احسن کے چہرے پر آنے والی مایوسی اور دکھ و اضطراب نے اسے فوراً ہی سمجھادیا تھا۔شام کو کہیں جاکر انہیں ذرا سا ہوش آیا تھا تو انہوں نے صرف ڈیڈ سے ملنے کی خواہش کی تھی۔حالانکہ اس لمحے ان کی بیٹی سب سے زیادہ تڑپ رہی تھی ان کو دیکھنے کو... پندرہ بیس منٹ گزر گئے۔

”حماد بچے! دیکھ تو عبدالجبار اب ٹھیک تو ہے نا!“ اس وقت تقریباً سب ہی وہاں موجود تھے۔

"نانو! آپ پلیز دعا کریں' ماموں بہت جلد اچھے ہوجائیں گے' میں دیکھتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ حماد اندر جاتا ڈیڈ باہر آگئے۔

"حماد بیٹا! اماں جی' مدیحہ اور ابا جی کو اندر لے جاؤ' عبدالجبار سے مل لیں گے۔" قبل اس کے کہ وہ لوگ ڈیڈ سے کچھ کہتے ڈیڈ خود ہی بول پڑے۔ پھر وہ سب تو چاچو کے پاس چلے گئے مگر احزاز اپنے ڈیڈ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے ڈیڈ! آپ کیوں اتنے الجھ سے گئے ہیں؟"

"نو بیٹا! آپ کو ایسے ہی محسوس ہورہا ہو گا۔میں ٹھیک ہوں۔" احزاز خاموش ہو گیا مگر رات کی تکان کی الجھن و فکر مندی حد سے سوا ہو گئی۔اسے علم بھی نہ ہوتا اگر اچانک ہی اس کی آنکھ نہ کھلتی۔رات کا جانے کون سا پہر تھا آج اسے کچھ نیند آئی تھی مگر پھر آنکھ کھل گئی۔ڈیڈ اس کے ساتھ ہی تھے آج گیسٹ روم میں مگر ڈیڈ کو بیڈ پر نہ پاکر وہ اٹھ بیٹھا۔حیرت اور پریشانی تب ہوئی جب اس نے ڈیڈ کو جائے نماز بچھائے گڑگڑاتے ہوئے دیکھا۔جانے وہ کیا مانگ رہے تھے اس رب سے... مگر ان کا آنسوؤں سے تر ہوتا چہرہ احزاز سے نہ دیکھا گیا۔

"ڈیڈ...!" اس نے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔جائے نماز سمیٹ کر رکھی۔"آپ ٹھیک ہیں ناں ڈیڈ!"

"میں ٹھیک ہوں'بس یوں ہی دل پریشان سا ہورہا تھا' سوچا اس رب کے آگے جھکنے سے دل کو سکون ملے گا۔بس اس لیے..." اگر یہ سچ تھا تو پھر ڈیڈ نظریں کیوں چرا رہے تھے' جب سے وہ چاچو سے مل کر آئے تھے عجیب سے اضطراب میں تھے۔

"نہیں ڈیڈ! کوئی بات ہے ضرور جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔پلیز ڈیڈ! کیا مسئلہ ہے؟" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ان کا چہرہ اس لمحے بھی آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"احزاز! میں بدنصیب ہوں۔ میرے بھائی نے زندگی اور موت کی اس کشمکش میں مجھ سے صرف ایک خواہش کی ہے لیکن میں پوری نہیں کر سکتا۔ بس یہ ہی تڑپ مجھے سکون سے نہیں بیٹھنے دیتی ہے' میں کیا کروں؟"

"ڈیڈ! ایسی کیا خواہش ہے جو آپ پوری نہیں کر سکتے؟"

"میں کسی کو بھی مجبور نہیں کرنا چاہتا بچے! مگر اپنے بھائی کی آس بھری نظروں کا سامنا کرنے سے بھی کترا رہا ہوں۔"

"ڈیڈ! کیا آپ کے بھائی کی خواہش سے بڑی ہے وہ مجبوری جو آپ مان نہیں سکتے؟ اس وقت صرف چاچو کی فکر کریں۔ ایسی کیا مجبوری ہے وہ... مجھے بتائیں تو...؟"

"احزاز! تم میری مجبوری سمجھ لو گے میری بات مان لو گے؟ صرف تمہارے بس میں ہے' ہماری خواہش پوری کرنا' میرے بھائی کی خواہش کا پاس رکھنا۔" ڈیڈ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر امید بھری نظروں سے دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"خدا کے لیے ڈیڈ! مجھے صاف الفاظ میں بتائیں نا کہ ایسا کیا کہہ دیا ہے چاچو نے اور میرے بس میں کیا ہے؟ میں ان کے کیا کام آسکتا ہوں؟" وہ شدید الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

"احزاز! عبدالجبار نے مجھ سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کا گھر بستا دیکھنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹرز نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اس کے پاس وقت نہیں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انہی دنوں میں مدیحہ کا نکاح ہو جائے۔"

"تو کیا ہوا؟ اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے ڈیڈ کو دیکھا۔

"احزاز! صرف مجھے بلا کر یہ بات کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کی خواہش ہے کہ میں مدیحہ کا نکاح تم سے کر دوں۔" کتنی آس امید سے ڈیڈ نے اسے دیکھا تھا جو یہ سُن کر ہی اچھل پڑا تھا۔

"کیا... نہیں... نہیں... یہ ناممکن ہے۔ پلیز ڈیڈ!

”میں جانتا ہوں احزاز! تبھی تو اللہ کے حضور معافی طلب کررہا تھا کہ میں اپنے مرتے بھائی کی ایک خواہش تک پوری نہیں کرسکتا۔ کتنا لاچار ہوں میں...“وہ بُری طرح رو دیئے۔

”اُف خدایا! پلیز ڈیڈ!“ اس وقت احزاز شاہ کی حالت پاگلوں سے بدتر تھی ایک طرف اس کا سارا مستقبل تھا تو دوسری طرف ڈیڈ اور چاچو کی خواہش۔”ایک انجان لڑکی... دیہاتی سی... میں ساری عمر ایسی لڑکی کے ساتھ کیسے گزار سکتا ہوں ڈیڈ!“

”احزاز بچے! میں مجبور ہوں۔میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کررہا ہوں‘ اللہ گواہ ہے کہ میں تمہیں ساتھ لایا تھا مگر میرا ایسا ارادہ نہیں تھا مگر اپنے بھائی کی خواہش کے لیے میں تمہارے ساتھ ہاتھ جوڑتا ہوں‘ مجھے مایوس مت کرنا۔“

”ڈیڈ!“ اس کے پیروں تلے سے گویا کسی نے زمین کھینچ لی اور وہ خود کو گہری پستی میں ڈوبتا محسوس کرنے لگا۔”یہ کیا کررہے ہیں آپ...!“ ڈیڈ کے دونوں ہاتھ تھام کر اس نے لبوں سے لگائے۔”آپ کو اپنی پرورش پر اتنا بھی اعتبار

نہیں ہے جو آپ مجھے یوں اپنی ہی نظروں میں گرا رہے ہیں؟ پلیز ڈیڈ! میں لاکھ خود سر اور ضدی سہی مگر اپنے ڈیڈ کا سر جھکنے نہیں دوں گا۔آپ چاچو سے کہہ دیں۔میں وہ ہی کروں گا جو آپ کی خوشی ہوگی۔“اس لمحے اس کے سامنے صرف ڈیڈ تھے‘ صرف ڈیڈ اور ان کی محبت... ڈیڈ نے اسے خود سے بھینچ لیا۔

اگلی صبح ہی اس کا اور مدیحہ کا نکاح ہوگیا شاید چاچو اسی انتظار میں جی رہے تھے‘ شام میں ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے اور حویلی میں کہرام مچ گیا۔وہ چاچو کی وفات کے بعد دو دن رہا پھر ڈیڈ کو کچھ دن بعد آنے کا کہہ کر چلا گیا کیونکہ حویلی کے لوگوں کو ابھی ان کی ضرورت تھی۔

...☆☆☆...

کشف اس کے کاندھے سے لگی رو رہی تھی اور جانے وہ کس الجھن میں تھا کہ اس کے کافی دیر رونے کے بعد اسے احساس ہوا کہ کشف کافی دیر سے رو رہی ہے اور وہ اسے تسلی تک نہ دے سکا۔

"کشف پلیز! خاموش ہوجاؤ' دیکھو زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ ہے نا! ہم تو بے بس ہیں' اب روؤ مت... چاچو کے لیے دعا کرو۔"

"بھیا! ابھی تو ہم ملے تھے اپنوں سے... پہلی بار میں نے اپنے چاچو کو دیکھا تھا اور دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔" وہ پھر سے رو پڑی۔

"مجھے علم ہے کشف! تم نے تو پھر بھی ان کے ساتھ اچھے دن گزارے ہیں' ہنستے مسکراتے' تمہاری یادوں میں وہ دن رہیں گے مگر میں ان سے پہلی بار ملا بھی تو اسپتال میں۔ جب وہ شدید تکلیف میں تھے۔ میرے پاس تو ان کے حوالے سے کوئی مسکراتی یاد بھی نہیں ہے۔"

"بھیا! ہم کو اتنا بڑا دھچکا لگا ہے تو مدھو کی حالت کیا ہوگی؟ ماں بچپن میں ہی اسے چھوڑ گئی تھیں اورباپ کا سایہ بھی نہ رہا' وہ تو مر مر کر جی رہی ہوگی۔ کاش ان لمحوں میں میں اس کے پاس ہوتی۔ میرا دل پھٹ رہا ہے یہ سوچ سوچ کر کہ وہ کس حال میں ہوگی۔ بھیا! آپ نے اسے تسلی دی تھی؟ وہ آپ کی کزن ہے' آپ نے..." اس لڑکی کے نام سے ہی اسے شدید الجھن ہونے لگی تھی۔

"اوہو کشف! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا' تمہیں زیادہ شوق ہے نا اس سے ملنے کا تو ڈیڈ کے ساتھ آرہی ہے وہ۔ کرتی رہنا اس سے ہمدردی!"

"بھیا...!" وہ ششدر رہ گئی۔ شاید احزاز کو بھی احساس ہوگیا تھا کہ جھنجلاہٹ میں شاید وہ غلط زبان استعمال کر گیا ہے۔

"کشف پلیز! اس لڑکی کا ذکر میرے سامنے مت کرنا' میرا دماغ پھٹنے لگا ہے۔" وہ غصے سے کہتا اٹھ گیا اور کشف کو حیران کر گیا لیکن یہ حیرت زیادہ دن نہ رہی۔ ایک ہفتہ کے بعد جب ڈیڈ آئے تو مدھو واقعی ان کے ساتھ تھی۔

"آگیا تمہیں یاد... اپنا گھر..." بجائے اس کے کہ مما کسی افسوس کا اظہار کرتیں' انہوں نے ڈیڈ کو دیکھتے ہی کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "اور یہ کون سا نیا تحفہ لائے ہو اب اپنے گاؤں سے...؟"

"زبان سنبھال کر بات کرو سلمیٰ! یہ میری بھتیجی ہے۔"

"تو...؟" مما نے دوبدو کہا پھر تنقیدی نظروں سے مدھو کو دیکھا۔ "کتنے دن کے لیے لائے ہو یہ دیہاتی میم..."

"یہ اب..." وہ ابھی بات مکمل کر ہی رہے تھے کہ کشف آگئی اور مدیحہ کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ مدھو کا دل پھر بھر آیا اور وہ رو پڑی۔ کشف خود بھی رو رہی تھی۔ ڈیڈ نے ان دونوں کو چپ کرایا۔ مما اب تک اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے وہ انسان ہی نہ ہو۔

"کشف! مدیحہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ تاکہ یہ فریش ہوجائے پھر اسے کھانا کھلاؤ۔"

"اوکے ڈیڈ!" کشف اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئی۔

"کیا مصیبت پڑ گئی تھی تمہیں جو ایک اجڈ گنوار کو گھر اٹھالائے... حویلی میں اس کے لیے جگہ تنگ پڑ گئی تھی کیا؟ باپ کے مرنے کے بعد؟"

"تم سے بات کرنا انتہائی فضول ہے سلمیٰ بیگم! بس ایک بات کان کھول کر سن لو کہ مدیحہ اب یہیں رہے گی ہمارے ساتھ..."

"مگر کیوں شاہ نواز؟"

"اس لیے کہ اب وہ اس گھر کی بہو ہے، تمہارے بیٹے کی بیوی ہے۔" یہ خبر کسی ایٹمی دھماکے سے کم نہ تھی لمحہ بھر کو سلمیٰ بیگم کچھ بھی بولنے کی سکت کھو

بیٹھیں۔ احزاز شاہ بھی تبھی سٹنگ روم میں داخل ہوا تھا اور اپنے ڈیڈ کی بات سن چکا تھا۔ مما کی پھٹی پھٹی نظریں اب اس پر رک گئی تھیں۔ جو اپنی جگہ جیسے چور بن گیا تھا۔

"احزاز! شاہ نواز نے کشف نے جو کیا سو کیا مگر تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔"

"مجھے غلط مت سمجھیں مما! یہ نکاح میری خوشی یا خواہش نہیں، مجبوری بن گیا تھا۔"

ڈیڈ نے تاسف سے بیٹے کو دیکھا، وہ اتنا جانتے تھے کہ احزاز اس نکاح سے خوش نہیں ہے مگر اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی ماں کے سامنے یوں خود کو بری الذمہ قرار دے گا۔

"یہ ڈیڈ اور چاچو کی خواہش تھی..." وہ مزید صفائی دے رہا تھا۔

"اس انسان نے پہلے میری اور اب میرے دونوں بچوں کی زندگی برباد کی ہے۔ میرے ہی باپ کی غلطی ہے یہ جو مجھے اب تک سہنا پڑ رہا ہے اور جانے کب تک اور سہنا پڑے گا۔ لیکن احزاز! میں تیری زندگی برباد نہیں ہونے

دوں گی۔اس لڑکی کو میں ہر گز اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گی۔میرا نام بھی سلمیٰ نہیں جو شاہ نواز تمہاری اس دیہاتی میم کو میں نے دھکے مار کر باہر نہ نکالا۔" وہ بُری طرح چیخ رہی تھیں' احزاز انہیں خاموش کروارہا تھا لیکن وہ ڈیڈ کو بھی دیکھ رہا تھا کہ وہ بھی زور سے بول پڑے تو ان کی طبیعت بگڑ جائے گی۔مگر اس وقت اسے ڈیڈ کی آنکھوں میں صرف شکست نظر آئی تھی۔انہیں احزاز سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ یوں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرکے اپنے باپ اور اس لڑکی کوبے مول کردے گا' جس کی ساری زندگی اب اس سے وابستہ تھی۔

"مما پلیز! حوصلہ کریں۔"

"شکریہ بیٹا! تم نے کم از کم میرے مرحوم بھائی کے سامنے مجھے شرمندہ ہونے سے بچایا' تمہارا یہ احسان میں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔لیکن اب ساری عمر میں مدیحہ سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں رہا کیونکہ میں تو اسے تمہارے نام کے حوالے سے اس گھر میں لایا تھا اور تم نے..." مزید کچھ کہے بنا وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

...☆☆☆...

"مدیحہ! یہ سچ ہے؟ اُف خدایا! میں بہت خوش ہوں۔" یہ خبر سن کر وہ واحد انسان تھی گھر میں جو بہت خوش تھی۔"تم میری بھابی ہو؟ واہ...!" اس نے مدیحہ کو گھما ڈالا تھا۔دو دن ہوگئے تھے مدیحہ کو یہاں آئے اور وہ اس بات کا اندازہ اچھی طرح لگاچکی تھی کہ آنٹی اور احزاز کے لیے اس کا وجود کتنا حقیر اور بے معنی تھا۔

"اگر وہ مجھے دل سے نہیں اپنا سکتا تھا تو منع کردیتا... پتا نہیں کیوں بابا نے... یہ... سب کیا..." اس نے گہری سانس خارج کی۔کشف اس کی اس کشمکش سے واقف تھی۔

"فکر مت کرو مدھو! دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہوجائے گا۔بھیا! تمہارے لیے اور تم ان کے لیے قطعی انجان ہو مگر جب ایک دوسرے کے قریب

رہو گے تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔میرے بھیا بہت اچھے ہیں بس تھوڑا وقت لگے گا تمہیں...''

''تم ٹھیک کہتی ہو کشف!'' اس نے پلکوں سے موتی صاف کیے۔

''پلیز مدھو! مما کی باتیں دل پرمت لینا۔''

''کشف! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ انہیں ہم سب سے کتنی نفرت ہے۔پھر یہ تو ان کے لیے ایک شاک ہی ہے۔میں اتنی نہ سمجھ تو نہیں کہ سمجھ نہ سکوں۔تم بے فکر رہو' جب میں نے یہیں رہنا ہے تو ہر رویہ اور ہر قسم کی بات سننے کا حوصلہ بھی پیدا کرلوں گی۔'' مدیحہ نے سچائی سے کہا تو کشف کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

''اچھا تم اٹھو... اپنا حلیہ درست کرو پھر میرے ساتھ شاپنگ کے لیے چلو۔مجھے تمہارے لیے تمہاری شادی کا گفٹ بھی لینا ہے۔''

''میرا دل نہیں چاہ رہا کشف!''

''ارے میں تم سے پوچھ کب رہی ہوں' میں تمہیں آرڈر کررہی ہوں اوکے...؟ پانچ منٹ میں تیار ہوکر نیچے آجاؤ۔'' کشف نے اسے زبردستی واش

روم میں دھکا دیا۔وہ مجبوراً تیار ہوکر جب باہر نکلی تو احزاز شاہ سے سامنا ہوگیا۔

''تم میرے روم میں... کیا لینے آئی تھیں؟''

''وہ کشف نے مجھے زبردستی...'' اس قدر سخت لہجہ اور لفظوں پر یکدم اس کا لہجہ اور آنکھیں بھر آئی تھیں۔مگر شاہ نواز نے جو اسی وقت وہاں آئے تھے فوراً اس کا دفاع کیا۔

''تمہارا اور اس کا روم اب الگ تو نہیں ہے احزاز! وہ تمہاری بیوی ہے اور...''

''مگر ڈیڈ...'' اس نے درمیان میں ہی ڈیڈ کو ٹوکا۔''آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی چیز انجان لوگوں سے شیئر نہیں کرتا۔''

''جس کے ساتھ زندگی شیئر کی ہے اس کے ساتھ ہر چیز شیئر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

''پلیز ڈیڈ! یہ میرے بس سے باہر ہے۔'' اس نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور ڈیڈ کو جواب دے کر کمرے میں چلا گیا۔

"آئی ایم سوری مدیحہ بیٹا! شاید میں ہی تمہارا قصور وار ہوں مگر بیٹا! مجھے یقین ہے دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہوجائے گا۔" مدیحہ کی آنکھوں کی نمی ان سے چھپ نہیں سکی تھی۔

"نہیں بابا!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا پھر خود ہی لب کچل گئی۔

"مدھو!" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ دھرا۔ "میں تمہارے لیے بابا ہی ہوں تمہارا... مجھے خوشی ہوگی اگر تم مجھے بابا کہوگی۔"

"تھینک یو!" وہ یک دم ان کے سینے سے لگ گئی اور بے اختیار رو پڑی۔

...☆☆☆...

کچھ دن تو لگے مگر پھر وہ اس گھر کی روٹین کی عادی ہوگئی تھی۔ کشف کی پوری کوشش ہوتی کہ اسے بور نہ ہونے دے۔ بابا آفس کے بعد کا سارا وقت اس کے ساتھ ہی گزارتے تھے۔ آنٹی کی مصروفیات تمام گھر سے الگ تھیں، وہ رات کے دوسرے پہر گھر آتی تھیں اور دوپہر کو اٹھتیں، ناشتے کے بعد پارلر چلی جاتیں۔ فارغ ہوتیں تو ان کی فرینڈ گھر پر ہی آجاتیں۔ ایسے میں وہ خود کو کمرے میں بند کرلیتی تھی۔ ویسے بھی اس کی کوشش ہوتی تھی کہ

وہ کم سے کم ان کے سامنے آئے۔ رہا احزاز تو وہ سامنے ہو تو اسے اس کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ صبح ناشتے کے بعد وہ آفس جاتا، شام کو آتا چائے وغیرہ کے بعد باہر نکل جاتا پھر رات گئے لوٹتا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ اس کی ساری روٹین سمجھ گئی تھی اور اب اس نے بوریت سے بچنے کا طریقہ بھی ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ گھر کے مختلف کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔ خاص کر احزاز کے سارے کام... اس کے کپڑے پریس کرنا، پالش کرنا، اس کے کمرے کی صفائی، حتیٰ کہ اس کے لیے کھانا بھی وہ خود پکاتی تھی حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سب کرکے بھی اسے کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ احزاز کی نظر میں وہ آنٹی کی طرح تھی قابل نفرت... احزاز اسے گھر میں اِدھر اُدھر نوکروں کی طرح کام کرتے دیکھ کر مزید چڑ جاتا تھا۔ لائف پارٹنر کے حوالے سے اس نے کیا سوچا تھا اور ڈیڈ نے یہ جاہل، گنوار اس کے لیے منتخب کی تھی۔ اسے تو پڑھی لکھی، قدم سے قدم ملا کر چلنے والی بیوی چاہیے تھی۔ بااعتماد اور اس کی تمام تر سوشل ایکٹیوٹیز میں حصہ لینے والی... جس کو اگر اپنے فرینڈز سے ملواتا تو شرمندگی نہ ہوتی اور اب وہ کس منہ سے بتائے

گا سب کو کہ وہ شادی کرچکا ہے' وہ بھی ایک دیہاتی اجڈ گنوار سے۔ جسے نوکروں والے سارے کام آتے ہیں۔

"یہ ہے اس کی لائف پارٹنر...!" وہ شدید الجھن کا شکار ہوجاتا تھا مگر ڈیڈ کا کیا کرتا' صرف ان کی خاطر وہ اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا اور اسی رات کو ڈیڈ نے اس سے کہا۔

"میں تمہاری شادی کا باقاعدہ اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ تم خود دن سلیکٹ کرلو۔"

"ڈیڈ یہ ضروری ہے... میرا مطلب ہے کہ اس سب کی کیا ضرورت ہے؟" ڈیڈ نے حیرت سے اس کی شکل دیکھی۔

"احزاز تمہاری شادی کی پارٹی ضروری نہیں؟ تم اپنے دوستوں کو یہ بتانا نہیں چاہتے کیا؟"

"نو ڈیڈ! میرا مطلب ہے خود ہی سب کو پتا چل جائے گا۔"

"میں فیصلہ کرچکا ہوں احزاز تم اور تمہاری ماں سُن لے' بہتر ہوگا کہ کوئی بھی بدمزگی نہ ہو۔"

"مما تو جمعے کو اسلام آباد جارہی ہیں۔" اس نے اطلاع دی۔

"تو ٹھیک ہے' اتوار کو رکھ لیتے ہیں۔"

"جو آپ بہتر سمجھیں۔" اسے ناچار ماننا پڑا۔

جب دل کی مرضی ہی نہیں تھی تو پھر... مما کو پتا چلا تو انہوں نے مدحو کو بہو تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا۔

"تم تسلیم نہ کرو مگر حقیقت بدل نہیں سکتی' مدیحہ اب اس گھر کی بہو ہے۔"

"کم از کم میرے بیٹے کے قابل تو بہو لاتے شاہ نواز! لڑکی تو ہمارے گھر کے نوکروں سے بھی گئی گزری ہے۔"

"خاموش رہو سلمیٰ بیگم!" ڈیڈ نے انگلی اٹھا کر انہیں چپ کرایا۔

مما کی نہ نہ کے باوجود گھر میں پارٹی کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں۔

شاہ نواز نے اپنے تمام بزنس سے وابستہ دوستوں کو مدعو کیا تھا اور احزاز کے حلقۂ احباب کو بھی انہوں نے خود مدعو کیا تھا۔

اتوار کی شام ان کے گھر میں چہل پہل کا سماں تھا۔ مدیحہ کو کشف نے بہت خوب صورت دلہن کا روپ دیا تھا۔ ڈیڈ نے احزاز سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مہمانوں کے سامنے مس بی ہیو نہیں ہونا چاہیے۔ سو مجبوراً اسے اپنے ساتھ مدیحہ کو لیے ہر ہر شخص سے تعارف کرانا تھا۔

"واہ یار! بھابی تو بہت پیاری ہیں' تم تو بہت اسمارٹ نکلے۔"

"بہت خوب!"

"حسین ترین!"

یہ الفاظ اس کے لیے حیران کن تھے' اس کے حلقہ احباب میں تمام لوگوں نے اس کی تعریف کی تھی۔ مما کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا یہ سب کرنا ان کی فرینڈز ان سے گلہ کر رہی تھیں۔

"سلمٰی! ہم خفا ہیں تم سے' تم نے ہم سے چھپایا اپنی بہو سے ملوایا بھی نہیں؟"

"دراصل یہ سب بہت اچانک ہوا' کسی کو بتا بھی نہ سکے اور یہ پارٹی ہم نے اسی لیے تو دی ہے نا!" انہوں نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ تمہاری بہو بہت پیاری ہے..." ان کی قریبی دوست نے دور کھڑے احزاز اور مدیحہ کو توصیفی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "بہت خوب صورت جوڑا لگ رہا ہے۔"

"شکریہ!" انہوں نے نظر گھمائی تو اس وقت وہ گنوار واقعی میک اپ کے باعث اچھی لگ رہی تھی۔ کشف بھی اسے بہت سراہ رہی تھی۔

"مدیحہ! آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

"تھینک یو!"

"ہے نا بھیا! مدھو پیاری لگ رہی ہے نا!" کشف نے احزاز کو شرارتی نظروں سے دیکھا۔ وہ لب بھینچ گیا۔

"پتا نہیں!" جہاں اس نے کشف کو حیران کیا تھا' وہیں اس کی ساری خوش فہمی بھی خاک میں ملادی تھی۔ وہ جھنجلا کے دور کھڑے اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا۔ پارٹی رات گئے تک جاری رہی مگر مدیحہ تھک گئی تھی۔ ایک تو اس

نے اتنے بھاری کپڑے زندگی میں پہلی بار پہنے تھے' اتنی جیولری اور میک اپ سے اب اسے الجھن ہونے لگی تھی تب ہی جب اس نے دیکھا کہ سب اِدھر اُدھر مصروف ہیں تو وہ خاموشی سے اندر کی طرف بڑھی تھی مگر قسمت...! راستے میں ہی احزاز مل گیا۔

"تم کہاں جارہی ہو؟"

"وہ... میں..." وہ گڑبڑا گئی۔احزاز نے بے ارادہ نظر بھر کر اسے دیکھا تھا پل بھر کو وہ نظریں ہٹانا بھول گیا۔سرخ اور گولڈن لباس اس کی سفید رنگت پر دمک رہا تھا۔گہرا میک اپ اور جیولری پہنے وہ دلہن کے روپ میں کوئی اپسرا لگی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں' آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ پارٹی ڈیڈ نے تمہارے اعزاز میں دی ہے میڈم! اور تمہیں نخرے سوجھ رہے ہیں۔"

"پلیز میں مزید اتنے بھاری ڈریس میں نہیں گھوم سکتی۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی شاید وہ خود بھی اندازہ کرسکتا تھا کہ کئی گھنٹے اتنا وزن اٹھائے گھومنا مشکل ہے۔

"اوکے!" سر جھٹک کر جیسے اس پر احسان کرتا وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا اور مدیحہ نے اندر جاکر سکھ کا سانس لیا۔کپڑے تبدیل کیے' جیولری' میک اپ' صاف کرکے وہ سکون سے لیٹی تو پل بھر میں نیند آگئی۔جب تمام مہمانوں سے فارغ ہوکر وہ کمرے میں آیا تو اپنے بیڈ پر محترمہ کو سوتا پاکر جی جان سے جل گیا۔

"ڈیڈ بھی نا!" اسے پتا تھا کہ یہ مدھو کی ہمت نہیں ہوسکتی تھی۔صرف ڈیڈ کے کہنے پر وہ اس کے کمرے کی شکل دیکھتی تھی۔وہ تیزی سے لپکا تو اسے اٹھانے تھا مگر بے سدھ سوتا دیکھ کر دل نہیں چاہا اور اس وقت تماشا کرنا

بھی بے کار ہے۔ڈیڈ سے کچھ کہوں گا تو مما الگ ہنگامہ کھڑا کردیں گی۔وہ تکیہ اٹھا کے صوفے پر آگرا۔

...☆☆☆...

رات دیر سے سونے کے باوجود صبح انجانی سی آواز پر آنکھ کھل گئی تھی اس کی۔مدیحہ جائے نماز بچھائے فجر کی نماز ادا کررہی تھی اور اس کی چوڑیوں کی چھن چھن نے اسے ڈسٹرب کیا تھا نیند سے۔وہ اٹھ کر بیڈ پر چادر تان کر لیٹ گیا، مگر پھر بھی اسے نیند نہیں آئی۔نماز کے بعد اس نے قرآن پاک کی تلاوت کی، اس کے بعد کمرے میں بے ترتیب چیزیں درست کیں۔احزاز کے کپڑے، جوتے، تولیہ... ہر چیز تیار کرکے رکھی پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بال سلجھانے لگی۔احزاز نے بنا دوپٹے کے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔اس کے بال بہت خوب صورت تھے، لمبے سیاہ بال جنہیں چوٹی کی شکل میں گوندھ کر اس نے پھر سے دوپٹا سر پر جمایا تھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔وہ سونا چاہتا تھا مگر نیند اڑ گئی تھی لہٰذا اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔تیار ہو کر نیچے آیا تو وہ ڈیڈ اور کشف کے ساتھ بیٹھی ناشتا کررہی تھی۔

"گڈ مارننگ!" کہتا وہ بھی ان کے ساتھ ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آگیا تھا۔

"ڈیڈ! آپ آفس نہیں جائیں گے؟" ڈیڈ کو عام سے حلیے میں دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"نو بیٹا! آج کچھ تھکن محسوس کررہا ہوں، آرام کروں گا۔"

"ڈیڈ! پھر آپ آج مدھو کو لے کر اسپتال آجایئے گا۔میں اسے اپنے کولیگز سے ملواؤں گی اور وہیں سے ہم گھومنے جائیں گے۔آج ڈنر باہر کریں گے۔ یہ بے چاری تو گھر میں بور ہوجاتی ہوگی۔" کشف ڈیڈ سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں بابا! میں گھر میں ٹھیک ہوں۔" مدیحہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔احزاز نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سر جھٹک گیا۔

"کشف! تم کہاں اپنا ٹائم ضائع کرو گی۔انہیں گھر کے کام کرنے کی عادت ہے اور بس..." وہ بھناتا ہوا اٹھا اور اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکل گیا۔مدھو لب کچلنے لگی۔

"مدھو! تم ان کی بات کا بُرا مت مانا کرو۔" کشف نے اس کی اتری صورت دیکھی تو کہا۔

"کشف! تم جاؤ تمہیں دیر ہورہی ہے' میں مدیحہ سے بات کروں گا۔" ڈیڈ نے اسے کہا وہ مدھو کا رخسار تھپتھپاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ناشتے کے بعد بابا اسے اپنے ساتھ اسٹڈی روم لے آئے۔"مدیحہ! یہاں بیٹھو..." اسے اپنے پاس بٹھایا' انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر تھپکا۔"بچے! میں جانتا ہوں' تم دونوں کے درمیان آج جو رشتہ ہے' وہ صرف ہماری مرضی سے ہے۔تم دونوں کی خوشی سے نہیں لیکن بیٹا! اب جو ہو گیا وہ ہو گیا۔اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم دونوں یہ فاصلہ کس طرح ختم کرتے ہو۔یہ سچ ہے کہ گھر بسانے کے لیے عورت کو سب سے زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔بچے! احزاز کے اور تمہارے مزاجوں میں بہت فرق ہے اور یہ فرق مٹانے کے لیے تمہیں خود کو بدلنا ہوگا۔"

"بابا!میں کوشش تو کرتی ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ میں ان کے معیار پر پوری نہیں اتر سکتی۔"

"نہیں میرے بچے! مایوس نہیں ہوتے۔وہ بظاہر پتھر بنا رہتا مگراندر سے بہت نرم ہے۔بیٹا دیکھو! وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے' مجھے امید ہے کہ اگرتم کوشش کرو تو احزاز بھی بدل جائے گا۔" انہوں نے پیار سے سمجھایا۔"اسے یہ سادہ سی ہر وقت گھر کے کام کرنے والی بیوی نہیں چاہیے۔تم جان گئی ہو نا تو سب سے پہلے خود میں بدلاؤ' لاؤ۔اپنا رہن سہن بدلو' ڈریسنگ بدلو۔خود کو ہر وقت اس حلیے میں مت رکھا کرو۔اپنی آنٹی کی طرح تیار رہا کرو۔مصروفیت صرف گھر کے کام میں نہیں ہوتی... اپنے لیے کوئی تفریح ڈھونڈو' خود کو مصروف رکھو بس احزاز کا خیال رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے' وہ مت بھولنا۔"

"پر پاپا! میں یہاں کسی سے واقف نہیں ہوں' یہ شہر' یہاں کے لوگ میرے لیے نئے ہیں۔"

"مجھے پتا ہے' یہ ہی اعتماد تو میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر پیدا ہو کہ تم نئے ماحول اور نئے لوگوں میں خود کو ایڈجسٹ کرو کہ لوگ تم پر رشک کریں۔احزاز کو پانا مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم

کیسے خود کو اس کی پسند کے مطابق ڈھال سکتی ہو اور جو تم چاہتی ہو کہ احزاز میں یہ کمی یا خامی ہے وہ دور ہوجائے تو وہ بھی تم کر سکتی ہو۔اب تم میری باتیں دھیان سے سنو...'' انہوں نے مدیحہ کو پیار سے سمجھایا۔ساتھ ساتھ اسے وہ تمام باتیں بھی بتائیں جن سے ان کی زندگی بدل سکتی ہے۔

...☆☆☆...

وہ رات گئے لوٹا تو تمام ملازم سونے جاچکے تھے اور بھوک سے اس کا بُرا حال تھا۔وہ خود کچن کی طرف بڑھا مگر تب ہی کچن کی لائٹ آن ہوئی۔اس نے حیرت سے دیکھا' مدیحہ اس کے لیے کھانا نکال رہی تھی۔

''آپ ہاتھ دھولیں' میں کھانا گرم کردیتی ہوں۔'' اس کی آواز پر اس نے وہیں سنک میں ہاتھ دھوئے اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔مدیحہ نے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا' وہ خاموشی سے کھانے لگا۔

''کافی بنادوں؟'' وہ جان چکی تھی کہ اس وقت وہ کافی پیتا ہے۔

''تم رہنے دو' میں دودھ پی لوں گا۔'' یہ ہی وہ چاہتی تھی کہ رات کے وقت کافی چھڑوا دے کیونکہ نیند خراب ہوتی ہے۔وہ کھانا کھاکے کمرے میں چلا گیا

اور برتن وغیرہ دھوکر جب وہ اوپر آئی تو اس کے لیے دودھ لانا نہیں بھولی تھی۔

''یہ دودھ...'' وہ جو اس وقت فائل پھیلائے جانے کیا کھوج رہا تھا' حیران رہ گیا۔یعنی اسے یاد تھا۔مدھو نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر جالیٹی۔احزاز نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی پھر کام میں لگ گیا۔

صبح الارم کی تیز آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔مدیحہ خود الارم لگا کر واش روم میں چلی گئی تھی' غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے اس نے الارم بند کیا تب تک وہ باہر آچکی تھی۔جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگی شاید احزاز کو اس کی یہ واحد خوبی بھائی تھی وہ عجیب سے احساس سے دوچار ہوا تھا۔نیند بھک سے اڑ گئی تھی۔وہ اٹھا' وضو کیا اور نماز کے لیے چلا گیا۔یہ دیکھ کر مدیحہ کو بہت خوشی ہوئی تھی۔یعنی بابا ٹھیک کہتے ہیں' کوشش کرنے سے ہر چیز بدل جاتی ہے۔یہ اس کی پہلی کامیابی تھی اور وہ بہت خوش تھی۔نماز کے بعد احزاز کمرے میں آیا تووہ غائب تھی البتہ کمرے کی صفائی حیران کن تھی۔اس ایک ڈیڑھ ماہ میں اس کا کمرا ہر وقت چمکتا تھا اور اسے ملازم کے پیچھے چیخنا بھی

نہیں پڑتا تھا۔ناشتے کے لیے آیا تو وہ ٹیبل پر ناشتا لگا رہی تھی۔آج اس کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی، مسکراہٹ بھی الگ تھی۔ڈیڈ اور کشف شاید اب تک سوئے ہوئے تھے۔وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"ڈیڈ اور کشف نہیں کریں گے ناشتا؟"

"کشف رات دیر سے آئی تھی۔کسی آپریشن میں مصروف تھی اور بابا آفس جا چکے ہیں۔" اس کے منہ سے "بابا" بہت بھاتا تھا اسے بنا جواب دیئے ناشتا کرکے وہ بھی چلا گیا اور مدیحہ جلدی جلدی کام ختم کرنے لگی کیونکہ آج اسے کشف کے ساتھ پارلر جانا تھا۔اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی۔

ہر دن احزاز کو مدیحہ کا ایک نیا روپ دکھتا تھا۔وہ اس پر توجہ دینا نہیں چاہتا تھا مگر جانے کیسے خود بخود وہ اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی تھی۔اس کے اندر آنے والا چیلنج بہت انوکھا تھا۔آج انہیں کسی بزنس پارٹی میں جانا تھا اور ڈیڈ کا حکم تھاکہ مدھو ساتھ جائے گی کیونکہ تمام لوگ ہی اپنی بیگمات کے ساتھ ہوں گے۔

"لیکن بابا...!" آج ڈیڈ کی جگہ بابا کہا تو خود ہی سٹپٹا گیا۔شاہ نواز کے لیے بھی یہ حیران کن مگر خوش گوار تھا۔

"بہت خوب صورت لگتا ہے تمہارے منہ سے بابا کہنا... ڈیڈ مت کہا کرو۔"

"وہ کہاں ہمارے ساتھ جائے گی، آپ جانتے ہیں نا کہ وہاں کس طرح کے لوگ آئیں گے اور...؟"

"بابا میں تیار ہوں۔" چہکتی آواز کے ہمراہ وہ آئی تھی اور پل بھر کو تو احزاز نے اسے پہچانا تک نہیں۔

بلیو ساڑھی، خوب صورت ہیئر کٹنگ، میک اپ اور میچنگ جیولری ہر لحاظ سے بہترین۔وہ ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ مدیحہ ہے۔

"احزاز! تم تیار ہوجاؤ، میں تمہاری مما کو دیکھتا ہوں۔ان کی تیاری میں تو رات ہوجائے گی۔" ڈیڈ اسے حکم دے کر چلے گئے اور وہ اپنی حیرت چھپاتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اس کی ہر چیز بیڈ پر رکھی اس کی منتظر تھی۔پانچ منٹ لگے تھے اسے تیار ہونے میں... جب وہ نیچے آیا تو مما اور ڈیڈ اپنی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور مدیحہ اس کا انتظار کررہی تھی۔اس کے بال بہت خوب صورت

تھے اور اب اس نئی ہیئر کٹنگ نے ان کو مزید سنوار دیا تھا۔کھلے بالوں میں وہ اچھی لگتی تھی۔وہ دل کو روک رہا تھا مگر وہ خود ہی تعریف کرنے پر مجبور تھا۔

''چلو...!'' بے نیازی کی اداکاری کرتا وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور مدیحہ بھی چپ چاپ اس کے ہمراہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

...☆☆☆...

دھیرے دھیرے اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کے تمام کام بہت اچھے طریقے سے ہونے لگے ہیں۔شاید اس لیے کہ مدیحہ اس کے تمام کام خود کرتی تھی اور اب جب وہ ان تمام چیزوں کا عادی ہونے لگا تو یک دم ہی پھر چینج آگیا۔مدیحہ کے ہاتھ کا ناشتا کرنے کی عادت پڑی تو اب اسے ملازم کے ہاتھ کا کھانا پسند نہ آتا اور آج جب ناشتا ملا تو وہ چڑ گیا۔

''کیا مسئلہ ہے' آج نہ چائے میں ذائقہ ہے' نہ آملیٹ مزے کا ہے۔''

''بھیا جی! دراصل بھابی آج جلدی میں تھیں۔ناشتا میں نے بنایا ہے۔'' یعنی آج مدیحہ کے ہاتھ کا بنا ناشتا نہیں تھا مگر اسے کیا جلدی تھی۔ صبح کمرے میں بھی وہ اس کی افراتفری نوٹ کررہا تھا۔

''پھر کھا بھی خود لینا۔'' وہ ناشتا چھوڑ کر اٹھ گیا۔شاہ نواز احمد کے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ بہت جان دار تھی' یعنی ان کا بیٹا یہ تمام چیزیں نوٹ کررہا تھا۔اب وہ مدیحہ کے ہاتھ کے ذائقے کا عادی ہوچکا تھا اور اس کی کمی اب محسوس کرے گا' ضرور کرے گا۔

شام میں وہ آفس سے لیٹ آیا تھا چونکہ اب وہ بہت کم رات کوباہر جاتا تھا۔ کھانا اکثر اب ڈیڈ کے ساتھ کھاتا تھا پھر آفس کا کام جو ہوتا وہ دیکھ کر جلد سوجاتا تھا۔تاکہ فجر کی نماز مس نہ ہو۔ہاں مدیحہ نے اسے یہ احساس دلایا تھا۔ بے شک زبان سے نہیں' اپنے عمل سے سہی' اس کی کوشش ہوتی تھی کہ

ساری نمازیں باقاعدگی سے ادا کرے مگر چونکہ نئی نئی روٹین تھی تو عادی ہونے میں ٹائم تو لگنا تھا۔

رات کے کھانے پر صرف ڈیڈ تھے۔اسے کشف اور مدیحہ کی کمی محسوس ہوئی مگر بولا نہیں۔مگر کھانا شروع کرتے ہی چپ نہ رہ سکا۔

"آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں مانی! تمہارا کام پر دھیان کیوں نہیں رہا۔"

"کیوں بھیا جی! کیا ہوا؟"

"کوفتے تم نے بنائے ہیں نا! پچھلے ہفتے کتنے مزے دار بنے تھے مگر آج ان میں ذرا بھی مزا نہیں ہے۔"

"بھیا جی! پچھلے ہفتے کوفتے بھابی جی نے بنائے تھے آج انہیں کشف باجی کے ساتھ پارٹی پر جانا تھا نا! اس لیے کھانا مجھے بنانا پڑا۔" مانی کی وضاحت سے اس کا دماغ گھوم گیا۔نہ صبح ناشتہ کیا' نہ رات کا کھانا اچھا لگا۔

"ڈیڈ! آج کل آپ کی چہیتی کہاں مصروف رہتی ہیں؟" شاہ نواز کے لیے یہ سوال خوشی کا باعث تھا یعنی مدیحہ کا وجود اس کے لیے بے معنی نہیں رہا۔

دھیرے دھیرے وہ اس کی زندگی میں شامل ہو رہی تھی' چاہے وہ اس بات کا اظہار برملا نہ کرے مگر اس کے تیور اس کا ثبوت ہیں۔

"مائی سن! اس میں بھڑکنے کی کیا بات ہے؟ وہ بھی ہماری طرح جیتی جاگتی انسان ہے'بوریت سے تنگ آگئی تھی سو اس نے جاب کرلی۔"

"جاب! گھریلو ملازمہ کی؟" اس کے لہجے میں طنز امڈ آیا۔

"وہ اسکول ٹیچر ہے احزاز!" شاہ نواز نے ٹوکا۔

یہ بات اس کے لیے جھٹکے سے کم نہ تھی کیونکہ مم کے بقول گاؤں میں تعلیم کا تصور نہیں ہوتا اور لڑکیوں کی تعلیم کے تو وہ لوگ سخت خلاف ہوتے ہیں۔

"ٹیچر! کیا مطلب؟ وہ تعلیم یافتہ ہے؟"

"اس نے گریجویشن کر رکھا ہے۔یہ اور بات ہے کہ اس میں ہم شہر میں رہنے والوں کی طرح شو آف کرنے کی عادت نہیں ہے۔سارا دن وہ گھر میں اکیلی رہتی تھی' میں نے اسے مشورہ دیا اور اسے ٹیچر کی جانب دلوائی۔"

"یہ ہی جاب سوٹ کر سکتی تھی آپ کی دیہاتی بہو پر... چلو دو چار ہزار روپے تو مل ہی جائیں گے۔" جانے مما کب آ گئیں۔ایک تو جس دن مما گھر پر ہوتی تھیں جھگڑا تو لازمی ہوتا تھا۔

"تم سے تو لاکھ درجے بہتر ہی ہے نا سلمٰی! لوگوں کو تعلیم کا شعور دیتی ہے۔ خود کو باشعور کہنے والے جاہل لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔وہ جنہیں استاد جیسے عظیم پیشے کا احساس تک نہیں ہے۔" ڈیڈ نے کاٹ دار لہجہ اختیار کیا۔

"اب تم اس جاہل لڑکی کا مجھ سے موازنہ کرو گے شاہ نواز! مجھ سے...؟" وہ تنک کر بولیں۔

"مما پلیز! آپ ہر دم کیوں اپنا بلڈ پریشر ہائی رکھتی ہیں؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی ڈیڈ سے آرام سے یا پیار سے بات کی ہو۔ایک عورت کی ذمہ داری میں اس کا شوہر سب سے پہلے آتا ہے مگر آج تک میں نے کبھی آپ کو ڈیڈ سے دھیمے لہجے میں بات تک کرتے نہیں دیکھا' ان کی ضرورت کا خیال رکھنا تو دور کی بات ہے۔" جانے یہ مدیحہ کی ذمہ دار طبیعت

کا نتیجہ تھا یا کچھ اور... اب اسے مما کی یہ ٹوٹلی سوشل لائف کھٹکنے لگی تھی۔ انہیں بابا کا خیال رکھنا چاہیے الٹا ہر وقت وہ لڑتی رہتی ہیں ان سے...

"احزاز ڈیئر! بے جوڑ شادی میں یوں ہی ہوتا ہے۔تمہارے ڈیڈ میرے قابل کبھی تھے ہی نہیں پھر بھی میں نے ساری عمر گنوادی ان کے لیے... اب یہ ہی تمہارے ساتھ ہوگا۔بہتر ہوگا کہ ابھی فیصلہ لے لو ورنہ میری طرح ساری عمر فرسٹریشن کا شکار رہو گے۔" مما کی اس بات نے اسے دلی دکھ دیا تھا۔"بابا جیسے باظرف انسان کو مما کس طرح سے بے عزت کر رہی تھیں۔یہ واقعی ڈید کا بڑا پن تھا کہ انہوں نے ساری عمر مما کی ہر بات نظر انداز کی تھی۔

"مما! کبھی اپنی ذات کے خول سے باہر نکلیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے ڈیڈ کتنے اچھے ہیں۔" جانے کیوں آج وہ ڈیڈ کی بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔مما حیران تھیں کہ اسے کیا ہوا اور

ڈیڈ کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے۔آج انہیں علم ہوا کہ تربیت کا اثر ضرور ہوتا ہے انسان پر... وہ اپنے کمرے میں آگیا مگر نیند آنکھوں سے دور تھی۔بارہ بجے تھے اور مدیحہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔تقریباً ڈیڑھ بجے ہلکی سی آہٹ سے دروازہ کھلا تھا اور محترمہ تشریف لائی تھیں اور کچھ دیر بعد فریش ہو کر وہ لیٹ گئی۔اِدھر بھوک سے اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

''اُف خدایا! تھوڑا بہت کھانا کھالیا ہوتا تو اب یوں نہ تڑپ رہا ہوتا۔محترمہ نے آج دودھ تک نہیں پوچھا' بمشکل دو بجے کے بعد سویا تھا اور اذان کی پہلی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی مگر آج مدیحہ اب تک نہیں جاگی تھی۔اس کی نماز قضا ہوجانے کے خیال سے وہ اسے جگانے آیا مگر اک ہچکچاہٹ تھی جو اسے ایسا کرنے نہیں دے رہی تھی۔کتنے لمحے وہ تذبذب کا شکار رہا پھر ہلکے سے کاندھے پکڑ کر اسے ہلایا۔وہ یک دم اٹھ بیٹھی پھر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''نماز نکل جائے گی تمہاری...'' نظریں چرائے وہ کہہ کر خود چلا گیا۔مدیحہ کے لبوں پر خوب صورت مسکراہٹ رینگ گئی۔اس سے پہلے کہ وہ ان لمحوں میں کھو جاتی' نماز کا سوچ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

...☆☆☆...

روز بے مزا ناشتا کرنے سے بہتر تھا کہ وہ آفس بھوکے پیٹ ہی چلا جائے' وہیں کچھ کھالے گا۔یہ ہی سوچ کر وہ آیا تھا نیچے جہاں مما کے علاوہ سب ناشتے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

''مانی پلیز جلدی کرلو۔آج ویسے ہی میں لیٹ ہوگئی ہوں۔'' مدیحہ کی بات پر اس کا دماغ گھوم گیا اور وہ جو کچھ خوش فہمی کا شکار ہو کر ناشتا کرنے آیا تھا' شدید غصے میں آگیا۔

''کیا سمجھتی ہو تم! یہ چھوٹی موٹی جاب کرکے تم ہمیں متاثر کر سکتی ہو؟ ہر وقت تمہیں جلدی پڑی رہتی ہے۔رات کو تمہاری پارٹیاں ختم نہیں ہوتیں۔ضرورت کیا ہے تمہیں یہ سب کرنے کی؟ تم گھر میں نہیں رہ سکتیں سکون سے؟'' مسلسل پندرہ دن کی روٹین نے اس کا دماغ گھمادیا کشف اور ڈیڈ نے

مسکراہٹ چھپانے کے لیے اخبار چہرے کے سامنے پھیلالیے اور مدیحہ دل باغ باغ ہونے کے باوجود معصوم سی صورت بنائے بیٹھی تھی۔

''بھابی جی ناشتا!'' مانی کی آواز پر سب متوجہ ہوگئے۔

''بس مانی! مجھے بھوک نہیں ہے' میں چلتی ہوں۔'' اس نے بیگ کاندھے پر ڈالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔''اللہ حافظ بابا!'' وہ باہر نکل گئی۔ایک طرف احزاز کو غصہ تھا کہ اس پر تقریر کا اثر نہ ہوا' دوسری طرف بنا ناشتے کے جانے پر ملال سا بھی تھا۔وہ بھی کچھ کھائے بنا آفس چلا گیا۔

رات کو کھانے کی ٹیبل پر وہ نہیں تھی مگر کھانے کا ذائقہ بتارہا تھا کہ کس نے بنایا ہے۔کتنے دن بعد اس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا تھا' پھر عشاء کی نماز کے بعد جب وہ کمرے میں گیا تو اسے لیٹا پاکر چونک گیا۔اس کے خیال میں تو وہ کشف کے ساتھ ہوگی مگر وہ تو...! وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا مگر بے چینی حد سے سوا تھی کہ کبھی بھی وہ اس طرح نہیں لیٹتی۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا!'' لاکھ خود کو روکا مگر زبان پھر بھی دغا کر گئی۔مدیحہ اس کی آواز پر اٹھ گئی۔اس کا اترا چہرہ صاف بتارہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

''سر میں درد ہے!'' اس نے دھیرے سے کہا پھر بیڈ سے اٹھ گئی۔''آپ آجائیں' میں صوفے پر سوجاؤں گی۔'' احزاز نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

''تم لیٹ جاؤ' مجھے آفس کا کچھ کام کرنا ہے۔'' وہ کہہ کر اپنی فائلز پھیلا کے بیٹھ گیا۔

''دودھ لادوں آپ کو...؟''

''تم سوجاؤ' میں لے لوں گا۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔مدھو کچھ لمحے کھڑی رہی پھر بیڈ کے کونے پر جاکر لیٹ گئی۔احزاز دو گھنٹے مصروف رہا لیکن اب نیند سے بُرا حال تھا۔وہ تکیہ اٹھانے بیڈ تک آیا تھا کہ یک دم اس کی نگاہیں مدیحہ کے معصوم چہرے پر ٹھہر گئیں۔وہ پُرسکون نیند میں تھی۔سوتے ہوئے اس کے چہرے کی پاکیزگی اسے نظریں ہٹانا بھلا گئی۔صاف شفاف روشن چہرہ اور چہرے پر بکھری آوارہ بالوں کی لٹیں...! کیا کوئی سوتے میں

بھی اتنا حسین لگتا ہے... اسے احساس نہ ہوا کہ وہ کب تک اسے دیکھتا رہا پھر اسی طرح بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ سو گیا۔

...☆☆☆...

حماد احسن کا فون آیا تھا۔اماں جی اور ابا جی نے شاہ نواز کو بلایا تھا۔تقریباً چار ماہ بیت گئے تھے، مدیحہ ملنے تک نہیں گئی تھی پھر حماد اور کشف کی شادی بھی طے کرنی تھی۔وہ ایک بار سلمیٰ سے آرام سے بات کرنا چاہتے تھے شاید وہ مان جائیں اور بیٹی کی خوشیوں میں شریک ہوجائیں۔آج چونکہ اتوار تھا، سب ہی گھر پر تھے، مدیحہ بھی صبح سے کچن میں مصروف تھی کہ احزاز کی بھی چھٹی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ کھانے پر پھر وہ بے چارے مانی کو ڈانٹے کیونکہ وہ یہ بات اسے کبھی نہیں کہہ سکتا کہ کھانا تم خود بنایا کرو، بس سارا غصہ اس مانی غریب پر نکل جاتا تھا۔دوپہر کا کھانا اتوار کو کچھ اسپیشل ہوتا تھا کیونکہ اس دن مما بھی گھر پر ہوتی تھیں۔مدیحہ نے اب ان سے گھبرانا چھوڑ دیا تھا اور ان کی باتوں کی عادی ہوگئی تھی، بابا کی محبت اور کشف کے ساتھ نے اسے بہت اعتماد دیا تھا۔کھانا سب کو پسند آیا تھا کیونکہ اس نے تقریباً گھر کے ہر فرد کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پسند کا خیال رکھا تھا۔شکر تھا کہ مما نے بھی کوئی بدمزگی نہیں کی۔کھانے کے بعد سب سٹنگ روم میں بیٹھے تھے، کشف اور وہ اپنی باتوں میں لگ گئیں، احزاز ٹی وی آن کرکے بیٹھ گیا اور شاہ نواز کو آج اپنی بیگم کا موڈ کچھ بہتر لگا تھا سو بات چھیڑ دی۔

"سلمیٰ! ابا جی کا فون آیا تھا، حماد اور کشف کی شادی کا پوچھ رہے تھے، تم بتاؤ کہ کب کا ٹائم دوں؟" اب تقریباً سبھی ان کی طرف متوجہ تھے۔

"مجھے نہیں پتا شاہ نواز! مجھے اس معاملے میں مت گھسیٹو۔"

"کشف تمہاری بھی بیٹی ہے سلمیٰ!" بابا کا لہجہ اب بھی نرم تھا۔

"اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر یہ شادی میں کبھی نہیں ہونے دوں گی۔"

”سلمیٰ! ہمارے بچوں کی خوشی وابستہ ہے اس کام میں۔ کشف ساری عمر اپنے گھر میں خوش رہے گی تو ہم بھی پُرسکون رہیں گے۔“

”جہاں تم کشف کو بھیجنا چاہتے ہو ناں شاہ نواز! وہاں وہ کچھ سالوں بعد ہی دم گھٹ کر مرجائے گی۔“

”مما! وہاں بھی ہم جیسے انسان رہتے ہیں۔“ احزاز نے کہا۔

”میرے نزدیک وہ انسان ہی نہیں ہیں۔ میں نے بھی زندگی کے کچھ دن گزارے ہیں۔ وہاں اس گندے ماحول میں...“

”مما! وقت بہت بدل گیا ہے‘ وہاں کا ماحول بھی اب چینج ہو گیا ہے‘ لوگوں کو شعور آگیا ہے۔ اب زیادہ فرق نہیں رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اب اچھا لگے گا۔“

”اگر اتنا چینج آگیا ہے تو تم اب تک اس لڑکی کو کیوں اپنی زندگی میں شامل نہیں کر پائے ہو؟“ ان کی تلخ بات پر اس کی نظر فوراً مدیحہ پر گئی تھی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

”مما! میرے اور مدیحہ کے بیچ صرف ذہنی ہم آہنگی کی کمی ہے ورنہ مدیحہ کی یہاں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ...“ وہ جانے کیوں بات مکمل نہ کرپایا۔ مدیحہ کی منتظر نظریں مایوس لوٹ گئیں۔

”میں تمہیں بتاتی ہوں احزاز! تم لوگوں کی حقیقت ہے کیا... بے شک میں نے تمہیں جنم دیا ہے مگر تم دونوں بہن بھائی اپنے باپ پر گئے ہو۔ اس لیے کبھی اس گھٹیا ماحول اور چھوٹی سوچ سے باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ شہر میں رہے ہو تو اس ماحول کے اثر سے پہننے اوڑھنے کا شعور اٹھنے بیٹھنے کی تمیز آگئی ہے لیکن دراصل تم لوگ بھی اپنے خاندان جیسے ہو اور بس...!“

”بس سلمیٰ! بہت ہوگئی تمام عمر میں نے تمہاری ہر بات برداشت کی‘ تم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا‘ میں سہہ گیا مگر تم جیسی خود غرض عورت پھر بھی میری نہ بن سکی۔ یہاں تک کہ تم تو اچھی ماں بھی نہ بن سکیں۔ تم ہمیشہ سے اکیلی ہو اور تمہیں اکیلے رہنے کا شوق ہے نا تو ٹھیک ہے آج میں تم سے ہر بندھن توڑ کر جارہا ہوں‘ اپنے بچوں کو لے کر...“ بابا کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ کوئی بھی کچھ نہ بول سکا مگر احزاز نے ہمت کی۔

"بابا! مما کو تو عادت ہے نا! آپ پلیز کیوں پریشان ہوتے ہیں پلیز غصہ مت کریں۔"

"ہر بار میں نے اس کی غلطی یہ سوچ کر معاف کردی کہ اسے عادت ہے مگر اب میں تھک گیا ہوں۔ کشف! مدیحہ! بیٹا تیاری کرو۔"

"شاہ نواز! یہ دھمکیاں اور ڈرامے کہیں اور کرنا' مجھ پر ان کا اثر نہیں ہونے والا۔ یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارے سامنے گڑگڑاؤں گی بلکہ باقی کی زندگی سکون سے گزاروں گی' مجھے پروا نہیں کہ تم جاتے ہو یا یہیں رہتے ہو۔"

"مما پلیز خاموش ہوجائیں۔" احزاز چیخ پڑا۔ "آخر آپ کیوں سارا گھر برباد کرنا چاہتی ہیں اپنی ضد سے...؟"

"احزاز! تم اس معاملے میں مت بولو' یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"اور مما ہم آپ کے ذاتی معاملات کا حصہ نہیں ہیں...؟ ہم آپ کے... آپ نے کبھی زندگی میں ہمارے بارے میں سوچا ہے؟"

"تمہارا باپ کافی ہے نا! تمہارے لیے سوچنے کے لیے پھر تم دونوں نے ثابت بھی تو یہ ہی کیا ہے کہ تم صرف اس کی اولاد ہو۔" وہ بے دردی سے کہہ کر

چلی گئیں۔ احزاز کو اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں بند ہوگیا۔ ڈیڈ اسٹڈی روم میں چلے گئے۔ وہ اور کشف اکیلی رہ گئیں۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا بات کریں۔

"پتا نہیں مما ایسی کیوں ہیں؟ کیوں مما خود کو بدل نہیں سکیں۔ عورت کا نام تو مدھو قربانی دینا ہے پھر ہماری ماں میں عورت کے احساسات کیوں نہیں ہیں؟ وہ تمام عمر صرف خود کے لیے جیتی رہیں' شادی سے پہلے خود سر بیٹی... پھر خود سر بیوی اور جب ماں بنیں تب بھی ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے سنا ہے مدھو! عورت جب ماں بن جاتی ہے تو اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ ایک نئے احساس میں ڈوب جاتی ہے۔ مگر میں نے کبھی اپنی ماں میں وہ احساس نہیں پایا مدھو! ہم اتنے بڑے ہوگئے ہیں مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مما نے ہمیں کبھی اپنی گود میں لیا ہو' کبھی پیار سے اپنے ساتھ لگایا ہو یا سلایا ہو۔ ہمارے یہ کام ہمارے ڈیڈ نے کیے انہوں نے مما کو سمجھایا مگر جب ان کی طرف سے مایوس ہوگئے تو انہوں نے اپنی ساری محبت کا رخ ہماری طرف کردیا۔ انہوں نے باپ کی شفقت کے ساتھ ساتھ ہمیں ماں

کی کمی بھی محسوس نہیں ہونے دی۔ ہر وہ کام جو ماں کی ذمہ داری ہوا کرتا ہے، وہ خود انہوں نے ہمارے لیے کیا۔ پھر بھی مما کے دل میں ڈیڈ کے لیے ذرا بھی جگہ نہیں ہے۔ مدھو! تم اپنی مثال لو۔ تم نے بھیا کی خاطر خود کو کتنا بدل لیا، جیسا وہ چاہتے تھے، وہ ہی بن گئیں مگر دھیرے دھیرے بھیا کو اپنا احساس بھی دلایا۔ آج بے شک وہ لفظوں میں یہ بات تسلیم نہیں کر رہے مگر ان کو تمہاری عادت پڑ گئی ہے۔ تم کھانا نہ پکاؤ تو وہ تمہارے ہاتھ کا ذائقہ محسوس کرتے ہیں تم گھر پر نہ ہو تو تمہاری کمی انہیں محسوس ہوتی ہے۔ کیا کبھی

زندگی کے کسی موڑ پر ڈیڈ کو یہ کمی محسوس نہیں ہوئی ہوگی؟ مگر مما نے کبھی ان کے احساسات و جذبات کی قدر نہیں کی...“ کشف رو پڑی تھی۔ مدیحہ نے اسے گلے لگا لیا۔

”پلیز کشف! کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔“

”مدھو! ہمارا بھی دل چاہتا تھا کہ ہمارے مما ڈیڈ پُرسکون زندگی گزاریں، پیار محبت سے رہیں۔ مما نے تو کبھی اس چیز کا بھی احساس نہیں کیا کہ ان کے

ان رویوں کا ہم پر کیا اثر پڑے گا۔ ڈیڈ صرف ہمارے لیے ہر بات سہہ لیتے، کوشش کرتے کہ جھگڑا نہ ہو اور ہمارے ذہنوں پر اثر نہ پڑے، مگر میں نے مما کو یہ قربانی دیتے کبھی نہیں دیکھا۔“

”کشف! دعا کیا کرو، اللہ کے حضور! ہم دعا کر سکتے ہیں نا! وہ دل سے مانگی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔“ اس نے کشف کے آنسو صاف کیے۔ ”اللہ جو بہتر سمجھتا ہے وہ ہی کرتا ہے اور اس پر بھروسا رکھو، ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔“

”ہاں شاید یہ اللہ سے دوری کا ہی نتیجہ ہے۔ ہم نے خود کو دنیا میں اس قدر مصروف کر لیا کہ اس سے دور ہوگئے جو ہمارا ربّ ہے۔“ کشف نے چہرہ صاف کیا اور دل سے ارادہ کیا کہ آج وہ اللہ سے معافی مانگے گی اور اپنے ماں باپ کے حق میں دعا کرے گی۔

...☆☆☆...

عشاء کی نماز کے بعد وہ ربّ کے حضور بابا اور آنٹی کے لیے گڑگڑا کر دعا مانگ رہی تھی۔ وہ جب کمرے میں داخل ہوا تو مدیحہ کو احساس بھی نہ ہوا۔ وہ بہت غور سے اس کا بھیگا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکی نے کتنا بدل دیا تھا

اسے... آج وہ اپنے دل میں اس چیز کا اعتراف کررہا تھا کہ مدیحہ نے ناصرف خود کو بدل لیا بلکہ اسے بھی بدل ڈالا تھا۔ان چند ماہ میں احساس ہوا تھا اسے کہ زندگی کیا چیز ہے اور ایک عورت کا وجود زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔مما نے تو کبھی وہ احساس نہ دیا جو اس لڑکی نے صرف چند ماہ میں اس کے گھر مکینوں کو دیا تھا۔وہ اس دنیاوی زندگی میں سر تا پیر ڈوبا ہوا تھا کہ اس ربّ کا نام تک لینا اسے یاد نہ رہتا تھا۔صرف کام... کام اور دنیا بھر کے کام... زندگی کا اصل مقصد کیا ہوتاہے' اسے کچھ پتا نہ تھا۔ہاں ان میں جو مروت و لحاظ تھا وہ بھی صرف اپنے ڈیڈ کے باعث وگرنہ ان کی ماں نے تو ان کی تربیت پر کوئی توجہ نہ دی تھی اور وہ بھی جیسے جیسے بڑا ہوتا گیا اسی زندگی میں ڈھلتا گیا' آسائش سے بھرپور زندگی...! اسے بھی شروع سے گاؤں اور وہاں کے رہنے والے پسند نہیں تھے لیکن اس نے مما کی طرح کبھی اظہار نہیں کیا مگر جب پہلی بار وہ ڈیڈ کے ساتھ گاؤں گیا تو اس کے ذہن پر پڑے پردے ہٹ گئے... پھر اس کی مرضی کے خلاف سہی' مجبوری کے بندھن میں بند کر وہ اس کی زندگی میں آئی۔اس نے نفرت بھی بہت کی اس

سے' دھتکارا بھی مگر اس لڑکی نے کبھی گلہ نہیں کیا اور اپنی عملی زندگی سے اس نے احزاز کی زندگی میں تبدیلی پیدا کی۔وہ دھیرے دھیرے اس کی تمام عادتوں کو نوٹ کرتا اور اچھی عادتوں پر خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرتا۔صرف اس کی ذات ہی نہیں' اس گھر کے درو دیوار یہاں کے مکینوں تک پر اثر پڑا تھا اس ذات سے۔وہ ہر کام پر توجہ دیتی نظر آتی۔ہر فرد کی ضرورت کا دھیان رکھتی۔یہ بھی تو عورت تھی...! میں نے کبھی اس سے کچھ نہیں کہا مگر اس نے میرے کہے بنا میرے سارے کام کیے' میرے دل کی ہر بات سنی اور میرا جو آئیڈیل تھا' اس نے خود کو اس روپ میں ڈھال لیا مگر اپنی نسوانیت کا وقار برقرار رکھ کے' اپنی روایات اور اسلامی اقدار کا پاس رکھتے ہوئے۔مدیحہ اس کے ساتھ ہر پارٹی میں جاتی تھی جہاں وہ لے جاتا تھا اور اس کا لباس بھی ویسا ہوتا تھا جو افراد کی پسند تھی مگر اخلاق' وقار اور عورت کا مان کبھی اس نے اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔اس کے تمام دوستوں کو اس کی بیوی آئیڈیل بیوی لگتی تھی۔ہر لحاظ سے سے مکمل... شاید وہ ہی نا سمجھ تھا... مگر آج اپنی مما کا اتنا سخت روپ دیکھ کر اسے یہ احساس شدت

سے ہوا تھا کہ ان کی زندگی میں عورت کی جو کمی ہمیشہ سے رہی ہے' مدیحہ کے آنے سے دور ہوئی ہے۔ان کے گھر کو عورت کی جو توجہ درکار تھی' وہ توجہ مدیحہ کے روپ میں مل گئی ہے۔وہ اسے کیا سمجھتا رہا' اجڈ ' گنوار' جاہل' ان پڑھ اور نالائق... مگر اس نے کبھی ان باتوں پر گلہ شکوہ نہیں کیا اور اپنی ذمہ داریاں نبھاتی رہی۔کاش مما کے اندر بھی ایسی ہی عورت ہوتی۔انہیں بھی اپنے گھر' شوہر اور بچوں کی فکر ہوتی۔وہ ہماری چھوٹی چھوٹی خواہش اور ضروریات اپنے ہاتھوں سے پوری کرتیں تو ان کا گھر آئیڈیل گھر ہوتا۔" جانے کب تک وہ اپنی سوچوں میں الجھتا رہتا کہ مدیحہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"آپ کے لیے کافی بنادوں؟" روز اس وقت خود اسے دودھ پینے کی عادت ڈال کر اب وہ کافی کا پوچھ رہی تھی۔احزاز نے الجھی نظروں سے دیکھا۔"میں سمجھ سکتی ہوں کہ آج آپ بہت ٹینس ہیں اور جب آپ پریشان ہوتے ہیں تو کافی ہی پیتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بنادو!" تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔مدیحہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔پل بھر کو نظریں ملی تھیں پھر وہ رخ موڑ گئی۔آج اس نے اپنے اور کشف کے لیے بھی کافی بنائی تھی۔احزاز کا کپ اسے دے کر وہ دو کپ لے کر باہر آگئی اور کشف کے روم میں داخل ہوئی۔

"ڈیئر کشف! یہ لو' کافی حاضر ہے۔"

"مگر میں تو نہیں پیوں گی' میرا موڈ نہیں ہے۔"

"کیا...! تمہاری خاطر میں اپنے شوہر کو کافی وہیں دے کر تمہارے پاس آئی اور تم منع کررہی ہو؟"

"تو مائی ڈیئر بھابی! تمہیں کس نے کہا تھا؟ تم اپنے شوہر نامدار کے ساتھ بیٹھ کر کافی پی لیتیں۔"

"اچھا... اچھا... نخرے مت کرو اور تم اچھی طرح جانتی تو ہو کہ میرے شوہر مجھے اپنے روم میں دیکھ کر زیادہ خوش نہیں ہوتے پھر بھلا میں ان کو کیوں تنگ کروں؟" وہ مسکراتے ہوئے کپ اسے تھما کر بولی۔

"مدھو! تم خوش ہو؟ بھیا تمہارے ساتھ کتنی زیادتی کرجاتے ہیں مگر میں نے آج تک کبھی تمہارے چہرے پر اداسی نہیں دیکھی۔ تمہیں بھیا کی باتیں دکھ نہیں دیتیں؟"

"کشف! میرا احزاز کے علاوہ اب دنیا میں کوئی رشتہ باقی ہے ہی نہیں..." احزاز اندر آتے آتے رک گیا اور کان اس کی آواز پر لگا دیئے۔ "بابا کے بعد جب میں اس گھر میں آئی تھی تو مجھے اتنا پتا تھا کہ بے شک تم سب میرے اپنے ہو مگر احزاز اور میرا تعلق وہ ہے جو شاید دنیا کا مضبوط ترین تعلق ہے۔ ایک عورت کے شادی کے بعد تمام رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ماں باپ' بہن بھائی اور دوسرے تمام رشتے صرف شوہر کا رشتہ استوار کرنے کے لیے عورت تن من صرف اس رشتے کو مضبوط بنانے میں لگادیتی ہے پھر کہیں جا کر اسے

خوشیاں اور من چاہی بیوی کا اعزاز ملتا ہے لیکن مجھے پتا ہے کہ میں کچھ کرلوں' اپنے اور احزاز کے رشتے کو مضبوط نہیں کرسکتی۔"

"مدھو...!"

"ہاں کشف! ان مہینوں میں' میں نے پوری کوشش کی کہ احزاز کی نظروں میں اپنی کوئی حیثیت بنا سکوں' میں اس کے مزاج کے ہر موسم کو جان گئی' وہ کب کیا چاہتا ہے' کیا کہنا چاہتاہے' اسے کس چیز کی ضرورت ہے' کیا پسند ہے اور کیا ناپسند ہے' میں نے خود کو مکمل اس کی پسند میں ڈھال لیا لیکن..." اس نے گہری سانس خارج کی۔ احزاز دم بخود رہ گیا۔

"مدیحہ! تمہاری خواہش تھی نا کہ انجان بندے سے تمہاری شادی ہو جسے دھیرے دھیرے تم سمجھو..."

"ہاں! کیونکہ میں شادی کے بعد کی محبت پر یقین کرتی ہوں اور کشف میں نے اپنا کہا پورا تو کیا ہے۔ شادی کے بعد پل پل تمہارے بھائی کو جانا ہے' سمجھا ہے مگر میری خواہش اب بھی ادھوری ہے۔ کوئی مجھے بھی تو سمجھے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میری خواہش میرے خواب... شاید سب بے معنی... میں نے

تو اب یہ باتیں سوچنا ہی چھوڑ دی ہیں کشف! ہاں مگر جس انسان کی خاطر ہم ہر رشتہ چھوڑ دیتے ہیں' جس کے ساتھ ساری عمر گزارتے ہیں' اس کی باتیں ہمیں دکھ دیں تو..." اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں' تم بھیا کی باتوں پر دکھی ہوتی ہو پر اظہار نہیں کرتی' ہے نا!"

"جب میں یہ سوچتی ہوں نا کشف کہ اتنی لمبی زندگی اگر اسی طرح گزرے گی تو دکھ ہوتا ہے۔بابا اور آنٹی کی طرف دیکھتی ہوں تو دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ ان کے درمیان کے فاصلے مٹادے اور اپنی طرف دیکھتی ہوں تو دعا کرتی ہوں کہ یہ کہانی پھر نہ دہرائی جائے' ہماری سوچوں کے یہ اختلاف عمر بھر نہ رہیں۔مجھے ڈر لگتا ہے کشف! تم ہو یا بابا کوئی کب تک میرا ساتھ دے گا؟ زندگی تو بہرحال مجھے اور احزاز کو ہی گزارنی ہے نا! میں پیچھے مڑ کر دیکھوں تو میرے پاس تو کچھ بچا ہی نہیں ہے۔میرا تو کوئی بھی نہیں ہے' بس اب یہ ہی ایک بندھن ہے اور جو سب سے زیادہ اپنا ہے شاید اس چیز کا احساس بھی نہیں کہ مجبوراً اور زبردستی سہی' اس نے میرے مرحوم باپ کی خواہش پوری

کی تھی اور میرے بابا مجھے یہ زندگی نہیں دینا چاہتے تھے' انہوں نے تو میری خوشیوں کے لیے بھیک مانگی ہوگی۔"

"مدھو!" کشف نے اس کا چہرہ سے تھام کر اپنی طرف کیا' اس پورے عرصے میں پہلی بار اس کی پلکیں بھیگی تھیں۔"مدھو پلیز! رونا نہیں..." اس سے پہلے کہ وہ دونوں مزید کوئی بات کرتیں' ہلکی سی دستک کے بعد احزاز اندر آیا تھا۔

"بھیا... آپ...؟" کشف کو سمجھ نہیں آیا کہ اس لمحے کیا کہے۔مدیحہ نے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔"آئیں نا بھیا! خیریت تھی یا اپنی بیگم کی کمی محسوس کررہے تھے؟" کشف اس وقت ماحول کا بوجھل پن ختم کرنا چاہتی تھی۔

"دراصل کافی پینے کی عادت نہیں رہی تھی نا آج پی تو نیند اڑ گئی۔" وہ کشف کے پاس ہی آبیٹھا تھا۔

"مدھو! تمہیں پتا ہے' تمہاری شادی کے بعد بھیا پہلی بار آج میرے روم میں آئے ہیں۔لگتا ہے مجھ سے بھی خفا ہیں' ورنہ پہلے تقریباً روز ہی ہم دونوں بہن بھائی گپ شپ کرتے تھے۔"

"کشف! تم کیا چاہتی ہو کہ میں اٹھ کر چلا جاؤں؟" وہ نروٹھے انداز میں بولا۔

مدیحہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ گندمی پُرکشش رنگت پر کھڑے نقوش، براؤن گہری آنکھیں، بلیوٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں وہ روٹھا روٹھا کتنا خوب صورت لگ رہا تھا۔وہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل بن سکتا تھا کہ وہ تھا ہی اتنا اچھا اور وجیہہ... اس نے احزاز شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی بہت کم دیکھی تھی۔اکثر اس کے چہرے کے نقش بھی اکھڑے رہتے تھے۔

"ارے بھیا! میں تو آپ کو تنگ کررہی تھی۔" کشف کی آواز نے اسے حواسوں میں لوٹا دیا تھا۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور مانی آیا۔

"بھابی جی! بڑے صاحب بلارہے ہیں آپ کو۔"

"مجھے بابا...؟ کہاں ہیں وہ...؟"

"اسٹڈی روم میں..." مانی بتا کر چلا گیا۔پتا نہیں کشف کو ہی محسوس ہوا تھا مگر احزاز کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

"اوکے کشف! گڈ نائٹ!" مدیحہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ڈیڈ کی بات سن کر آجاؤ نا!"

"نہیں یار! اب آرام کروں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے، تم بھی تو سارا دن کام کرتی رہتی ہو، تھکن ہوجاتی ہوگی۔"

"اوکے...!" وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی اور اسٹڈی روم میں پہنچی تو بابا اس کے ہی منتظر بیٹھے تھے شاید...

"بابا آپ نے بلایا تھا مجھے...؟"

" جی بیٹا! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"مجھ سے... کہیں...!" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"مدیحہ! میں نے فیصلہ کرلیا ہے حالانکہ یہ فیصلہ مجھے بہت پہلے کرلینا چاہیے تھا مگر دیر سے سہی، اب میں نے حتمی فیصلہ کرلیا ہے۔میں گاؤں جارہا ہوں ہمیشہ

کے لیے... کشف تو ظاہر ہے کہ میرے ساتھ جائے گی مگر میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"بابا ! آپ آنٹی کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟ انہیں آپ کی ضرورت ہے۔"

"مدھو! اسے تو میری ضرورت کبھی بھی نہیں رہی بچے! کاش ایسا ہی ہوتا خیر' میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ چلو گی؟ بچے! میں تمہارا بھی مجرم ہوں۔اپنے مرحوم بھائی اور اپنی خواہش تو میں نے پوری کرلی لیکن تمہاری زندگی مشکل میں ڈال دی۔احزاز جانے کب تمہاری ذات کو سمجھے گا' جانے کب اسے احساس ہو۔میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم بھی میری طرح اکیلی ہی زندگی کا یہ سفر نہ طے کرتی رہو' ہم سفر کے انتظار میں... میں جانتا ہوں کہ تم نے پوری کوشش کی ہے اور تم کسی حد تک کامیاب بھی رہی ہو... لیکن احزاز کا مزاج اپنی ماں جیسا ہے' مدیحہ! اس کا تم اندازہ لگاچکی ہوگی اور میں اس کی طرف سے خوش فہمی کا شکار ہونا نہیں چاہتا۔تم سوچ لو' رات ہے تمہارے پاس... میں اور کشف کل چلے جائیں گے۔تم ہمارے ساتھ جانا چاہو گی یا احزاز کو ایک موقع اور دوگی؟" بابا نے اسے دیکھا جو خود جیسے ہاری ہوئی لگ رہی

تھی۔اس کادل تو پہلے ہی اداس ہورہا تھا۔وہ بابا کی گود میں سر رکھ کے بڑی طرح رو دی۔

"شاید بابا میری کوششوں میں ہی کمی رہ گئی ہے۔میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔آپ کی ذات سے میرا حوصلہ بڑھتا تھا' آپ نہیں ہوں گے تو... اور رہی میرے نصیب کی بات تو احزاز کو میری ضرورت ہوئی تو مجھے لینے ضرور آئیں گے۔بابا میں انہیں موقع نہیں' خود کی کوششوں کو آزمانا چاہتی ہوں۔میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں خلوص اور نیک نیتی سے کیے گئے اس تمام عرصے کی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں اور کامیاب ہوئی بھی ہوں یا نہیں...؟"

"اللہ تمہیں کامیاب کرے بیٹا!" انہوں نے اس کا سر تھپکا۔وہ کافی دیر روتی رہی۔بابا سے وہ دل کی ہر بات شیئر کرلیتی تھی۔انہیں بتاتی رہی۔وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

"مدھو!بہت رات ہوگئی ہے بچے! اب جاکے آرام کرو۔"

"جی بابا!" اس نے چہرہ صاف کیا اور "گڈنائٹ" کہتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کی آہٹ پر وہ یوں اٹھ بیٹھا تھا جیسے اس کا ہی منتظر ہو۔ مدیحہ نے پہلے واش روم کا رخ کیا پھر باہر آ کر تکیہ اٹھاتے بیڈ پر گئی تو وہ خود کو روک نہ پایا اور پوچھ بیٹھا۔

"بابا سے کیا بات ہوئی ہے؟" مدیحہ نے اسے بہت حیرت سے دیکھا۔

"بابا صبح ہمیشہ کے لیے گاؤں جا رہے ہیں..."

"اور..." اس نے پوچھا۔

"میں اور کشف بھی ان کے ساتھ جائیں گے۔" یک دم ہی احزاز کو لگا اس کے اندر کچھ زور سے ٹوٹا ہو۔

"تم نے ڈیڈ کو سمجھایا نہیں...؟" جواباً اس نے صرف سر ہاں میں ہلایا تھا۔ اس سے پہلے احزاز نے کبھی اتنی بات نہیں کی تھی اس سے... "مگر وہ فیصلہ کر چکے ہیں۔" اس نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر جا کے لیٹ گئی۔

"اور تم...؟" یہ آواز شاید ایک خواب تھا۔ وہ بھلا کیوں مجھ سے پوچھے گا۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ دھر کے سونے کی کوشش کرنے لگی اور احزاز سوچ میں

پڑ گیا۔ آج اس نے مدیحہ کی ہر بات سنی تھی اور واقعی اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اس کی ذات سے وابستہ ہو کر ہی اس گھر میں آئی تھی اور اس نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ صبح کیا وہ چلی جائے گی۔ بابا اور کشف کے ساتھ...؟ کیا مما کو روکنا نہیں چاہیے بابا کو؟ انہوں نے ایک عمر ساتھ گزاری ہے... کاش مما روک لیں ڈیڈ کو... اور وہ...! کیا وہ مدیحہ کو روک پائے گا؟ اس کا ذہن بُری طرح الجھ رہا تھا۔ مگر اس کے پاس ان الجھنوں کا کوئی حل نہیں تھا۔

اگلے روز اس نے بابا کو جالیا۔

"بابا پلیز! آپ میرے بارے میں سوچیں، مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جائیں نا!"

"میں نے تو کوشش کی تھی بیٹا کہ تم اکیلے نہ رہو، مگر تم نے خود وہ تمام لمحے گنوادیئے اور اب میں مدیحہ کو یہاں چھوڑ کر پھر سے وہ کہانی نہیں دہرانا چاہتا جو میرے ساتھ بیت چکی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ میری ذمہ داری پوری ہوئی۔تم ماشاء اللہ ایک اچھے بزنس مین بن چکے ہو، سیٹل ہو، البتہ کشف کو رخصت کرنے کی ایک اہم ذمہ داری ابھی مجھ پر باقی ہے اور گاؤں جاکر پہلا کام یہ ہی کروں گا۔ٹائم ہو تو آجانا ورنہ میں جانتا ہوں، تم اپنی بہن کو اچھی دعائیں ضرور دو گے۔اپنا خیال رکھنا اور ہاں! بے شک تمہاری ماں کو کسی کی ضرورت نہیں ہے مگر تم اپنا فرض ادا کرنا اور ان کا خیال رکھنا۔"

"ڈیڈ پلیز!"

"احزاز! مجھے مجبور مت کرنا بچے! زندگی میں پہلی بار کوئی فیصلہ کرکے مجھے دلی سکون ملاہے۔" گویا وہ اٹل تھے۔احزاز مما کے پاس گیا انہیں سمجھانے مگر...!

"تو کیا ہوا؟ وہ یہاں ہو کر بھی کبھی میرے نہ بن سکے۔یہ شادی صرف ایک سمجھوتا تھی... ورنہ شاہ نواز احمد کبھی بھی میرے شوہر نہ ہوتے۔"

"مما...!" وہ ساکت رہ گیا۔"آپ کو ڈیڈ کے جانے کا ذرا بھی افسوس نہیں...؟ آپ نے ایک عمر ان کے ساتھ گزاری ہے۔"

"وہ میری مجبوری تھی مائی سن! پلیز میرا سر مت کھاؤ۔شاہ نواز نے بہت دیر سے سہی، صحیح فیصلہ کیا ہے، اسے بہت پہلے چلے جانا چاہیے تھا۔شاید وہ یہاں ہو کر بھی یہاں کبھی تھا ہی نہیں... میں نے زبردستی اسے اس کے ماں باپ سے دور رکھا تھا اور وہ صرف اپنے بچوں کی خاطر خاموش رہا۔آج جب اس کے بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہیں تو اس نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔"

احزاز کو محسوس ہورہا تھا کہ یہ عورت جسے وہ ماں کہتا رہا ہے اس کی ماں ہے ہی نہیں۔اس عورت میں جذبات و احساسات تھے ہی نہیں۔جس شخص کے ساتھ زندگی گزاری۔اس کے ہونے نہ ہونے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"مجھے بہت افسوس سے یہ کہنا پڑرہا ہے آج کہ آپ ہماری ماں ہیں اور یہ بات میرے لیے خوشی کا باعث ہر گز نہیں ہے۔" پہلی بار اس کے لبوں سے ایسے لفظ ادا ہوئے تھے کہ جن پر اسے خود بھی دکھ تھا۔مگر بابا کے جانے سے

زیادہ نہیں۔وہ ہارے ہوئے شخص کی طرح کمرے میں آگیا جہاں مدیحہ جانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"اب اس سے کیا کہوں...؟" اس نے خاموشی سے اپنے آفس کی تیاری کی اور جب کمرے سے جانے لگا تو مدیحہ کی آواز نے قدم روک دیئے۔

"میں جانتی ہوں احزاز! کہ میرے وجود نے آپ کو کبھی خوشی نہیں دی،میں ایک زبردستی کے بندھن میں بند کر آپ کی زندگی میں آئی تھی، میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو پھر بھی کبھی اگر میں نے آپ کو دکھ دیا ہو تو اس کے لیے مجھے معاف کردیجیے گا۔" اس کی آواز بھاری ہوگئی تھی تب ہی وہ خاموش ہوگئی۔

"اگر یہ ہی الفاظ میں کہوں تو...؟ کیونکہ میری ذات سے تو مدیحہ احزاز شاہ تمہیں ہمیشہ دکھ اور تکلیف ہی ملی ہیں۔اس کے لیے ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔" اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔اپنی بات ختم کرکے فوراً چلا گیا تھا۔

...☆☆☆...

حویلی کا ہر فرد انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔دادی اماں اور پھوپو نے اسے گلے لگایا۔

"پتا ہے کتنا مشکل تھا ہمارے لیے تیرے بنا جینا، کتنے دن تو یوں محسوس ہوا کہ تُو آجائے گا۔" پھوپو اسے سینے سے لگائے کہہ رہی تھیں۔"اور حماد کتنے دن تجھے یاد کرکے روتا رہا، اس نے تو گھر آنا چھوڑ دیا تھا کہ مدھو کے بنا گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ہمیں تو عادت بھی نہیں تھی تیرے بنا رہنے کی کبھی تجھے خود سے الگ کیا نہیں... اور جب یوں اچانک اپنے سسرال گئی تو لگا ہمارے آنگن کی ساری چڑیاں اڑ گئیں، وہ چہچہاہٹ نہیں رہی تھی مدھو!" انہوں نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھام کر چوما۔مدیحہ کی مسکراہٹ انہیں اچھی لگ رہی تھی۔اس کے اندر بہت تبدیلی محسوس کی تھی انہوں نے... لیکن یہ تبدیلی اس پر جچ رہی تھی۔پھوپو نے کشف کو بہت پیار کیا۔اماں جی اور ابا جی اپنے بیٹے کو دیکھ کر ہی مسرور ہوگئے تھے۔حماد شام میں آیا تو گھر میں رونق دیکھ کر نہال ہوگیا۔مدیحہ اس کے کاندھے سے لگ گئی۔

"بڑی سنگ دل بہن نکلی مدھو! ایسی پیا دیس گئی کہ مڑ کر اپنا بھائی بھی یاد نہ آیا۔پتا ہے تیرے بغیر رہنے کی عادت کتنی مشکل سے ڈالی ہے ہم نے...؟"

"میں نے ہر پل آپ لوگوں کو یاد کیا ہے بھیا! مگر وہاں زندگی گزارنے کے لیے ان لوگوں میں گھلنا ملنا انہیں وقت دینا بھی ضروری تھا نا!"

"اچھا کیا...! چل یہ بتا احزاز کیسا ہے اور وہ تم لوگوں کے ساتھ نہیں آیا؟" اس کے سوال پر پل بھر کو وہ گڑبڑا گئی پھر سنبھل گئی۔

"بابا اور وہ دونوں آجاتے تو بزنس کا کیا ہوتا؟ پھر آنٹی کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی فرینڈز کے ساتھ گھومنے جائیں گی۔ گھر پر کسی کو تو رہنا تھا نا!" اس بے مہر کی سنگت نے اسے جھوٹ بولنے کا ہنر بھی سکھا دیا تھا۔حماد ماموں اور کشف سے ملا ان کے ساتھ باتیں کرتے ٹائم کا پتا ہی نہ چلا تھا۔

"میرا خیال ہے اب سو جانا چاہیے بچو! بارہ بج چکے ہیں۔" بابا نے کہا تو انہیں ٹائم کا احساس ہوا۔

"جی ماموں! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پھر صبح مجھے شہر بھی جانا ہے' ضروری کام سے..." حماد بولا۔کشف تو انجوائے کر رہی تھی مگر مدھو کا نیند سے بُرا حال تھا' اس نے شکر ادا کیا۔

...☆☆☆...

شام شاید اپنے پیر پھیلا چکی تھی۔اس نے کسلمندی سے کمبل ٹانگوں سے ہٹایا اور انگڑائی لیتا کھڑا ہو گیا۔پردے سمیٹ کر کھڑکی کھولی تو سورج جیسے اسے ہی الوداع کہنے کو رکا ہوا تھا۔

موسم بدل رہا تھا اور بدلتے موسم کی یہ اداس سیاہ شامیں' ڈوبتا سورج احزاز شاہ کے اندر تک سناٹے اتار گیا۔اسے اپنے اندر کچھ ڈوبتا محسوس ہوا تھا۔سرد ہوا کا جھونکا چہرے کو چھُو کر گزرا تو جھرجھری لیتا وہ کھڑکی بند کرنے لگا۔فریش ہو کر نیچے آیا تو خلافِ معمول مما سٹنگ روم میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

"گڈ ایوننگ بیٹا! اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟"کل سے بخار نے اس کے وجود کو توڑ کر رکھ دیا تھا مگر اب کچھ بہتر تھا۔

"اب بہتر ہوں مما!" جب ہی مانی چائے لے آیا۔

”بھیا جی! چائے کے ساتھ کچھ لاؤں؟ آپ نے دوپہر بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔“

”نہیں! میرا دل نہیں چاہ رہا۔“ اس وقت کی چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ وہ ضرور بنا کے رکھتی تھی۔یہ ٹائم وہ ہوتا جب مدیحہ، بابا کشف اور ان سے الگ بیٹھا احزاز چائے پیتے گپ شپ کیا کرتے اور آج! شام تو تھی مگر وہ نہیں تھے۔ جانے کیوں اس کا دل عجیب سے سناٹے میں گھِر گیا۔ملازم چائے لے کر آیا تو اس نے لوٹادی۔

”مانی! میرا دل نہیں چاہ رہا چائے کو، لے جاؤ پلیز!“ ملازم نے اسے حیرت سے دیکھا۔اس وقت کی چائے اور وہ منع کردے؟ لیکن اسے اپنے چھوٹے صاحب کے موڈ سے ڈر لگتا تھا، سو خاموشی سے کپ اٹھا کے کچن کا رخ کی۔

”مائی سن! مجھے لگتا ہے تم ان لوگوں کو یاد کررہے ہو۔آج دس دن ہوگئے ہیں اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میں پہلے والی بات نہیں رہی۔“

”مما! اگر ایسا ہے تو ظاہر سی بات ہے۔وہ میرے ڈیڈ ہیں، کشف میری بہن ہے۔اک عمر گزاری ہے میں نے ان کے ساتھ اور میں تو پھر انسان ہوں مما! شاید آپ نے غور نہیں کیا یہ گھر اس کے درو دیوار تک اداس ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اور تمہاری بیوی؟ مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ تم اس میں شامل ہوچکے ہو، اس کی کمی محسوس کررہے ہو؟“

مما کی بات پر پل بھر کو اس کے اندر ایک سکون سا اترا تھا پھر سنبھل گیا۔

”مما! مانا کہ میرے اور مدھو کے درمیان ہم آہنگی نہیں رہی مگر یہ سچ ہے کہ اس نے اس گھر کو گھر بنایا ہے، توجہ اور پیار سے... جو آپ ایک عمر گزار کر بھی نہ کرسکیں، وہ چند ماہ میں کر گئی۔اس نے مجھے احساس دلایا ہے کہ گھر کے لیے عورت کا وجود کتنی اہمیت رکھتا ہے اور عورت کی توجہ اگر اس کا گھر اور گھر والے ہوں تو وہ گھر کتنا مکمل اور پُرسکون ہوتا ہے۔مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے یہ کہنے میں کہ میں اس کی کمی شدت سے محسوس کررہا ہوں کیونکہ مجھے اور اس گھر کو اس کی عادت ہوگئی ہے، وہ میری ہر ہر ضرورت، ہرہر خواہش کا خیال رکھتی تھی بنا میرے کہے۔کاش مما! آپ نے بھی ڈیڈ پر یوں توجہ دی ہوتی۔“

”اُف خدایا! یہ لیکچر بند کرو۔اگر اتنی محبت ہے اس اجڈ سے تو چلے جاؤ تم بھی وہاں...“

”کاش ایسا ہوسکتا مگر میرے ڈیڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہوں، ان کا خیال رکھوں جنہیں اپنے علاوہ کسی کا خیال نہیں۔“

”میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں، مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔“

”جی مما! اس کا عملی مظاہرہ تو آپ کرچکی ہیں۔اپنے شوہر کے جانے پر جس عورت کو دکھ تک نہ ہو وہ...“ وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا۔

احزاز شاہ کی حالت عجیب سی تھی۔گھر آنے کو دل تک نہ چاہتا تھا اور آتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے ابھی ڈیڈ یا کشف کی آواز آئے گی، وہ اسے پکاریں گے، اپنے کمرے میں جاتا تو لگتا ابھی کسی کی چوڑیاں کھنکھیں گی مگر ہر سو صرف سناٹا تھا اور وہ ایک ماہ میں ہی اس زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

”پلیز ڈیڈ! مجھے یہ سزا مت دیں، لوٹ آئیں، میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتا۔“

اس نے ڈیڈ کو فون کیا تھا۔شاید اس دن سلمیٰ بیگم کو یہ احساس ہوا کہ اس نے احزاز کے ساتھ زیادتی کی ہے۔وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں مگر انہوں نے یہ ملک چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ ہی اطلاع دینے کے لیے آج زندگی میں پہلی بار انہوں نے خود شاہ نواز احمد کو فون کیا تھا۔

”میں احزاز کو یوں نہیں دیکھ سکتی۔یہ سچ ہے شاہ نواز! میں کبھی تم سے محبت نہیں کرپائی ورنہ تم نے ہر ممکن کوشش کی کہ ہمارا یہ رشتہ مضبوط ہو مگر میرے دل میں آج بھی تم نہیں ہو۔سو میں مزید تمہیں یا اپنے بچوں کو دکھ نہیں دوں گی، میں امریکہ جارہی ہوں۔تم پلیز اپنے بچوں میں لوٹ آؤ کیونکہ میرے بغیر تو بچے ہمیشہ ہی رہے ہیں لیکن تمہارے بنا وہ نہیں رہ سکتے۔احزاز بہت تنہائی محسوس کرتا ہے، اس کا باپ اسے لوٹا دو پلیز!“ انہوں نے آج بھی صرف اپنی کہہ کر لائن کاٹ دی اور شاہ نواز احمد ایک بار پھر سلمیٰ احمد کے سامنے ہار گئے۔

کاش ہمارے بڑوں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہوتا تو آج...!

وہ اس وقت کشف کی شادی کی تیاری میں مصروف تھے اور انہوں نے احزاز کو بھی اطلاع دے دی تھی کہ پرسوں کشف کا نکاح ہے، تم آنا چاہو تو ضرور آنا اور جس دن نکاح تھا' وہ سویرے ہی پہنچ گیا تھا۔ کشف کو یوں لگا جیسے وہ برسوں بعد اپنے بھائی سے ملی ہو۔ کتنی دیر اس کے گلے سے چپکی رہی۔

"بھیا! آپ ٹھیک ہیں' اتنے کمزور لگ رہے ہیں۔" اس نے بغور مشاہدہ کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا ڈیڈ کے گلے لگ گیا اور جانے کس احساس سے اس کی آنکھوں کے گوشے نم پڑ گئے۔

"اگر آپ بھی مما کی طرح کا رویہ رکھتے تو شاید آپ کی کمی اتنی شدت سے محسوس نہ ہوتی۔ مگر آپ نے تو اپنی ذات سے زیادہ ہمارا خیال رکھا ہے۔ ڈیڈ! پھر آپ نے یہ سوچ کیسے لیا کہ ہم آپ کے بنا رہ پائیں گے؟ نہیں ڈیڈ...!" ڈیڈ نے اپنے خوب صورت بیٹے کو مزید خود سے بھینچ لیا۔

"جناب! ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں..." حماد کی چہکتی آواز نے اسے ڈیڈ سے الگ کیا۔

"اوہ! سوری ڈیئر!" وہ حماد سے ملا پھر داد' دادی جی' پھوپو اور گھر کے ہر فرد سے مل چکا تھا مگر اسے مدیحہ کا چہرہ نظر نہیں آیا' اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ ظاہر ہے شادی کا گھر تھا' مہمان تھے اور اتنے لوگوں میں اسے تلاش کرنا... شاید بابا اس کی نگاہوں میں چوری چوری کسی کی تلاشی دیکھ چکے تھے تبھی بھنویں اچکا کر اشارے سے پوچھا تو وہ مسکرا کر سر جھکا گیا اور شاہ نواز احمد اسی بات کے منتظر تھے کہ احزاز' مدیحہ کو خود پکارتا ہے یا ان کی طرح اب مدیحہ نے بھی یوں ہی بے مقصد زندگی گزارنی تھی لیکن وہ خوش تھے کہ مدیحہ کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔

شام میں جا کر وہ اسے دکھائی دی تھی۔ میرون کلر کے فل کام والے سوٹ میں خوب صورت سے کیے میک اپ اور جیولری نے اسے نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت بنا دیا تھا۔ کسی کام سے گزر رہی تھی جب احزاز سے سامنا ہوا۔

"السّلام علیکم!" اس کے یاقوتی لب ہولے سے ملے تھے' احزاز کہیں کھو گیا۔

”بہت جلدی یاد آگیا آپ کو...؟“ صبح سے اسے ڈھونڈ کر نگاہیں تھک گئی تھیں سو وہ نا چاہتے ہوئے بھی طنز کر گیا مگر اس کی موجودگی اسے بہکا رہی تھی۔

”تم ٹھیک ہو؟“

”جی! آپ اور آنٹی کیسی ہیں؟“

”مما امریکہ چلی گئی ہیں۔“ سنجیدگی سے جواب دیا۔ مدیحہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا‘ جس کے چہرے پر عجیب سا دکھ نظر آیا تھا‘ وہ پہلے سے بہت کمزور لگ رہا تھا۔ چہرے پر تازگی بھی نہیں تھی‘ اس کے دل کو کچھ ہوا۔

”آپ ٹھیک ہیں نا احزاز! بہت کمزور ہورہے ہیں؟“ اس کی فکر جیسے احزاز شاہ کی روح تک کو پُرسکون کر گئی۔

”تمہیں فکر ہے میری...؟“ اس نے گلہ کیا۔ مدھو نے اسے دیکھا جو اسے ہی تک رہا تھا۔ ”جس دن سے آئی ہو بیمار ہی رہا ہوں۔“ جانے وہ کیا جتارہا تھا۔ مدیحہ کی پلکیں خوشی سے بھیگیں۔

”احزاز بھائی!“ حماد کے دوست کی آواز نے اس لمحے بہت پریشان کیا تھا اسے۔ ”مجھے تم سے بات کرنی ہے مدیحہ احزاز!“ وہ اپنی بات مکمل کرکے تیز قدموں سے پلٹ گیا۔

...☆☆☆...

”ڈیڈ! اب تو کشف کی ذمہ داری ادا کردی آپ نے‘ پلیز اب گھر چلیں‘ میں بہت تنہا ہو گیا ہوں۔“

”احزاز! کیا میرے واپس جانے سے تمہاری تنہائی واقعی دور ہوجائے گی بچے!“ ڈیڈ کی ذومعنی بات وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

”کیا مطلب ڈیڈ!“

”میں نے تمہاری مما کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اک عمر تنہا گزاری ہے احزاز! اور میں نہیں چاہتا کہ دوبارہ ایسا ہو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں یا نہ رہوں مگر تمہیں زندگی کے اس سفر میں ایک ہم سفر چاہیے۔ جس کا ہاتھ تھام کر تم یہ زندگی آسانی سے گزار سکو اور جو تمہارے ہر دکھ سکھ کی ساتھی ہو۔ تم ایک دوسرے کی مشکلیں سمجھو اور مل کر حل کرو۔“ اب اسے یہ بات واضح انداز

میں سمجھ آگئی تھی۔وہ خود بھی تو دوبارہ سے یہ کہانی نہیں دہرانا چاہتا تھا لیکن اپنی زندگی وہ کسی سمجھوتے کے سہارے نہیں بلکہ دل و دماغ کی رضامندی سے گزارنا چاہتا تھا' جس کے لیے وہ اب پوری طرح تیار تھا۔وہ اس آنے والے نئے سال میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کرے گا' مڑ کر گزرجانے والے ماہ وسال کو نہیں دیکھے گا۔یہ ہی وعدہ تو کرکے آیا تھا وہ خود سے اور یہ ہی اقرار تو اس نے مدیحہ سے لیناتھا۔

"آپ فکر نہ کریں ڈیڈ! مجھے صرف آپ کی دعائیں چاہئیں۔" اس نے مسکرا کے ان کے خدشات دور کیے۔"میں مدیحہ سے کہہ دیتا ہوں کہ صبح ہمیں نکلنا ہے' وہ پیکنگ کرلے۔" اس کی مکمل بات سن کر ڈیڈ سرشار ہوگئے تھے۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اگلی صبح وہ سب کی دعائیں سمیٹ کر ایک بار پھر اسی سفر پر رواں دواں تھی لیکن اس بار دل میں امید تھی' اسے یقین تھا کہ وہ اپنا ہم سفر پاچکی ہے۔بس اس کے اظہار کی منتظر تھی۔جس نے اس سے کہا تھا کہ وہ مدیحہ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

گھر پہنچے تو مانی انہیں دیکھ کر کھل اٹھا۔

"بھابی جی! قسم سے آپ کے آنے سے حوصلہ ملا ہے' ورنہ بھائی جی کے خراب موڈ سے مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔" احزاز نے اسے آنکھیں دکھائیں تو بابا اور وہ ہنس پڑے تھے۔

"اچھا اب فٹا فٹ کچھ بناؤ' میں ابھی فریش ہوکر آتی ہوں' بھوک سے بُرا حال ہے۔"

"جی! اچھا...!" وہ مسکراتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی' شام تو ویسے بھی ڈھل چکی تھی۔جب تک وہ لوگ فریش ہوکر آئے' مانی نے کھانا تیار کرلیا تھا۔

"ڈیڈ! میں اور مدیحہ کھانے کے بعد باہر جائیں گے۔آپ چلیں گے ہمارے ساتھ؟" وہ کھانے کے دوران ڈیڈ سے مخاطب تھا۔

"ارے نہیں بھئی! میں آرام کروں گا۔تم دونوں جاؤ۔" انہوں نے سہولت سے منع کردیا۔

"تم تیار ہوجانا کھانے کے بعد!" وہ اب مدیحہ سے مخاطب تھا۔جس نے صرف سر ہلایا تھا۔کھانا ختم کرتے ہی احزاز اٹھ گیا' بابا اسے دیکھ رہے تھے۔

"خوش رہو بچے! آج تمہاری محنت کا ثمر تمہیں مل گیا' اللہ ربّ العزت تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور ہر آنے والا ہر دن تمہارے لیے خوشیاں ہی خوشیاں لائے۔"

"شکریہ بابا!" اس نے اٹھ کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

"اچھا! اب جاکر تیار ہوجاؤ' کہیں احزاز کا موڈ بگڑ نہ جائے۔" انہوں نے کہا۔

وہ "اچھا" کہتی اٹھ گئی اور آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں باہر جارہے تھے۔گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے پُرشوق نظروں سے مدیحہ کو دیکھا تھا' وہ جھینپ کر رخ موڑ گئی۔احزاز نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟"

دراصل میرے دوستوں نے آج پارٹی رکھی ہے لیکن وہاں جانے سے پہلے میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بہت نرم انداز میں بات کررہا تھا۔اس نے گاڑی کو ایک خوب صورت اور شہر کے بڑے ہوٹل کے سامنے لاکر کھڑا کیا تھا مدیحہ نے حیرت سے دیکھا۔

"آجاؤ!" گاڑی پارک کرکے وہ آگے بڑھ گیا' مدیحہ اس کے ہمراہ تھی۔یہاں بہت زیادہ لوگ تھے شاید وہ بھی پارٹی میں مدعو تھے۔احزاز اسے لے کر پُرسکون سی جگہ تلاشتے ہوئے ایسی جگہ لے آیا تھا جہاں بہت کم لوگ تھے۔

بیٹھ جاؤ!" اس نے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔مدیحہ کچھ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔بے شک یہاں لوگ کم تھے مگر اس کے خیال سے رش تھا۔احزاز نے اس کی الجھن محسوس کی۔

"پلیز ریلیکس! یہ وہ دنیا ہے جہاں کسی بھی شخص کو دوسرے سے کوئی سروکار نہیں' بے فکر ہوجاؤ۔"

"میں یہاں ایزی فیل نہیں کررہی۔" بار بار دوپٹا درست کرتی وہ تنگ آگئی تھی۔

"مدھو! اِدھر دیکھو میری طرف...!" وہ قدرے تیز لہجے میں بولا تھا مگر آج اس کے رویئے میں اپنا پن نمایاں تھا اور پہلی بار اس نے "مدھو" پکارا تھا۔ مدیحہ نے نظریں ذرا سی اٹھائیں تو اسے متوجہ پایا۔

"میں تمہیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ ہم آرام سے بات کرسکیں گے۔ گھر کے ماحول سے دور...!" اس کے لفظوں سے مدیحہ کے دل کی دھڑکن بے قابو تھی۔ ٹیبل پر نظریں جمائے جانے کیا کھوجنے لگی۔ احزاز نے بغور اس کا سراپا دیکھا پھر ٹیبل پر دھرے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں کی پناہ میں لے لیا۔ مدیحہ کی جان پر بن آئی تھی' ایک تو احزاز کا یہ روپ پھر پبلک پلیس۔

"مدھو! میں تمہیں شکریہ کہنا چاہتا ہوں۔ تم نے مجھے زندگی کی ایک نئی راہ دکھائی' میں شاید اس حیات کے صحیح معنوں سے واقف ہی نہیں تھا اور کبھی ہو بھی نہ پاتا' اگر تم میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں۔ میں بھی شاید مما کی پسند کی کسی لڑکی سے شادی کرلیتا' جو بے شک مما جیسی ہی ہوتی مگر ہمارے گھر

کی وہ ہی روٹین تا عمر چلتی رہتی جو تمہارے آنے سے پہلے تھی۔ مدھو! تم میری زندگی میں بنا میری خوشی اور مرضی کے آئی تھیں اور یقین کرو کہ مجھے صرف تمہارا نام پتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے تمہارے بارے میں کچھ علم نہ تھا اور نہ ہی مجھے دلچسپی تھی۔ مجھے صرف اتنا پتا تھا کہ مما کہتی تھیں گاؤں کے لوگ جاہل اور چھوٹی سوچ کے ہوتے ہیں اور تعلیم کے سخت خلاف۔ سو میرے ذہن میں یہ ہی تھا کہ تم بھی ان پڑھ ہوگی حالانکہ میں حویلی کا ماحول دیکھ آیا تھا مگر مجھے لگا تم ہمارے گھر کے لیے قطعی نامناسب ہو۔ ہمارے ساتھ کبھی ایڈجسٹ نہیں کرسکتیں اور کم از کم ہم دونوں میں ہم آہنگی ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر مدھو! میں غلط تھا۔ میں نے لاکھ تمہیں نظر انداز کیا مگر پھر بھی تم میری توجہ کا مرکز رہیں۔ تم نے دھیرے دھیرے میرے گھر' میرے کمرے اور پھر میرے دل میں ایسے جگہ بنائی کہ میں تمہارا عادی ہوگیا۔ ہاں مدھو! مجھے اعتراف ہے کہ تم میری ضرورت بن گئی تھیں۔ جب تم گاؤں میں تھیں تو میں شدید تناؤ کا شکار ہورہا تھا' نہ کھانا اچھا بنتا اور نہ ہی

میرے کام ٹھیک سے کوئی کرسکتا تھا۔بس میں تم سے کہہ نہیں پایا کہ پلیز
لوٹ آؤ! مدھو! تم

نے مجھے جان لیا تھا' میری ہر خواہش ہر ضرورت اور ہر وہ بات جو میرے
دل میں ہوتی تھی تم جان لیتی تھیں۔میرے اندر کے انسان کو وہ ہی توجہ
چاہیے تھی جو تم نے دی۔ہاں میں آج تم سے اقرار کرتا ہوں کہ تم نے مجھے
مجھ سے چھین لیا ہے' تم میرے اندر بستی ہو' تم واحد ہستی ہو جس نے مجھے
پیار کے معنی سکھائے۔اپنی خاموشی' محنت اور لگن سے... شکریہ مدھو! تھینک
یو سو مچ!" وہ بڑی سچائی سے اعتراف کررہا تھا۔جذبات سے بھرپور لہجے میں۔
اس نے مدھو کے ہاتھوں کو لبوں سے چھوا تو اس نے یک دم ہاتھ کھینچ
لیے۔"تم کچھ نہیں کہو گی؟" جواب میں مدھو نے صرف اسے دیکھا' لبالب پانی

سے بھری آنکھیں... احزاز شاہ چند لمحے دیکھتا رہا۔"میں جانتا ہوں تم مجھ سے
خفا ہو' تمہارے اندر بہت گلے ہیں جو صرف میری ذات سے ہیں اور میں یہ
بھی جانتا ہوں کہ تم کبھی بھی ان کا اظہار نہیں کرو گی؟" مدیحہ نے بہت
حیران نظروں سے اسے دیکھا۔"میں نے تمہاری تمما باتیں سن لی تھیں جو تم
اس دن کشف کے روم میں بیٹھی اس سے شیئر کررہی تھیں۔آئی ایم سوری'
میں نے ارادتاً ایسا نہیں کیا تھا مگر جب میں نے تمہارے اندر کے وہم اور
تمہارے شکوے جو تم کررہی تھیں اور اپنا ذکر سنا تو میں نہ چاہتے ہوئے بھی
سنتا گیا... تم نے بالکل غلط کہا تھا مدھو! کہ تم اپنے اور میرے رشتے کو
کبھی مضبوط نہیں کرسکتیں۔تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے اس بندھن کو کس قدر
محبت سے باندھ دیا ہے' مائی ڈیئر وائف! کہو تو کان پکڑ کر سوری کروں کہ
میں نے تمہیں سمجھنے میں واقعی دیر کردی یا شاید اظہار کرنے میں ٹائم لگادیا۔
تمہیں پتا ہے مدیحہ! شاید میں اب بھی تمہاری محبت کو اندر ہی دبائے بیٹھا
رہتا' مجھے اظہار کرنے کا ہنر نہیں آتا تھا مگر مما کی بات نے میرے جذبوں
کو جیسے زبان دی تھی۔جب انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تم میں شامل ہوچکا

ہوں اور تمہاری کمی مجھے محسوس ہوتی ہے تو میں یک دم پھٹ پڑا۔اس دن میں نے مما کے سامنے وہ اقرار کرلیا جسے میں دل میں چھپائے پھرتا تھا۔تب مجھے ہمت مل گئی اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں جاؤں گا' تمہیں لینے کہ تمہارے بنا میں واقعی نہیں جی سکتا۔"

"مجھے لگا کہ میں نے اپنی محنت اور سچی لگن سے آپ کو پالیا تھا مگر جب میں نے آپ سے جانے کا کہا تو میرے دل کو امید سی تھی کہ شاید آپ مجھے روک لیں مگر وہ امید' امید ہی رہی۔اگر آپ چاہتے تو میں کبھی نہ جاتی۔" اس کے لب ملے تو شکوہ ہی اترا تھا' وہ ہولے سے ہنس دیا۔

"شکریہ! تم نے کچھ کہا تو... گلہ ہی سہی۔" وہ ہولے سے ہنسا۔"تم میرے اندر سما گئی تھیں واقعی تمہیں روک سکتا تھا' کیونکہ تم میرے اندر عیاں نہیں تھیں۔اسی لیے میں نے تمہیں نہیں روکا کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میری یہ فیلنگز محض وقتی ہیں یا پھر تمہارے جانے کے بعد بھی تم یوں ہی میری روح میں بسی رہوگی۔شاید میں خود کو آزمانا چاہتا تھا کہ میں تمہارے بن رہ پاؤں گا یا نہیں اور تم جیت گئیں..."

"احزاز...!" اس کے لبوں سے اپنا نام اسے بہت خوب صورت لگا تھا۔

"ہوں!" وہ اب تک اس کی آواز کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔

"آج میں خوش ہوں' بہت خوش کیونکہ تمہارے وسوسے دم توڑ گئے ہیں۔"

"ہاں مدیحہ! میں سمجھتا ہوں تمہیں ڈر تھا نا کہیں ہماری بھی ساری زندگی مام اور ڈیڈ کی طرح نہ گزر جائے؟ لیکن نہیں ہماری زندگی محبت و احساسات سے بھرپور ایک دوسرے پر مکمل اعتبار کے ساتھ گزرے گی کیونکہ مدھو! میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے بچے بھی... ساری عمر اسی کشمکش کا شکار رہیں۔" اس کے لفظوں نے مدیحہ کے چہرے کی رنگت گہری کردی تھی اور احزاز شاہ کو اس کے اس روپ پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔"تم بہت خوب صورت ہو مدیحہ احزاز! بہت پیاری... آئی ریئلی لویو!" محبت سے چُور لہجہ تھا اس کا۔مدیحہ نے اسے گھورا مگر اس پر اثر نہیں تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں مدیحہ کہ آج سے ہم اپنی زندگی کا خوش گوار آغاز کریں گے جس میں غلط فہمی اور گلے شکوے نہیں ہوں گے اور میں تمہیں اتنا پیار دوں گا کہ تم اپنے سارے دکھ بھول جاؤگی۔بس مجھے اور

میرے گھر کو ہمیشہ یوں ہی تھامے رہنا کیونکہ مجھے اور میرے گھر کو تمہاری عادت ہو گئی ہے اور میں اپنی یہ عادت عمر بھر نہیں بدلنا چاہتا۔" اس کی دیوانگی پر وہ ہراساں تھی۔

"آؤ آج سے ہم اپنے نئے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔" اس نے مدیحہ کا ہاتھ تھاما اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔